سلسلۂ مطبوعاتِ مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

۱۴

# نفاذِ شریعت اور تدریج

تالیف

حافظ محمد سعد اللہ

ریسرچ اسسٹنٹ

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

نسبت روڈ ○ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED
۲۹۷۶۳۱
۷۰۰۷
27669
DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

کسی نظام کو نافذ کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ انقلابی یا ارتقائی۔

اگر انقلابی طریقوں سے کسی نظام کو نافذ کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اثرات کا ظہور فوراً ہوتا ہے اور بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے نے اس نظام کو پوری طرح قبول کر لیا ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ہر وہ نظام جو معاشرے پر ٹھونسا جائے جبکہ اس کا ضمیر اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو صرف انسان کے ظاہر پر چھایا رہتا ہے اس کے مخالفانہ جذبات وقتی طور پہ دبے رہتے ہیں اور جونہی ٹھونسنے والی طاقت کمزور پڑتی ہے وہ مخالفانہ جذبات پہلے کے مقابلے میں کئی گنے زور و شور کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں اور عجیب قسم کے تضادات کو جنم دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدت کے ساتھ اس بات کی خواہش رکھتے تھے کہ لوگ اسلام کو بحیثیت دین کے قبول کر لیں مگر آپ نے کسی پر جبر نہیں فرمایا اور قرآن کریم نے تو نہایت صریح الفاظ میں اعلان کیا کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین کو قبول کرنے کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں ہے) اس حکم میں ہزاروں مصالح پوشیدہ ہیں ان میں اہم ترین مصلحت وہی ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

27869

کسی نظام کے نفاذ کا دوسرا طریقہ ارتقائی ہے۔ یہ ذرا سُست رفتار طریقہ ہے اس کے اثرات کا ظہور فوری طور پر نہیں ہوتا۔ اس طریقے میں کسی نظام کی اقدار معاشرے کے باطن میں رِس رِس کر پیوست ہوتی ہیں۔ اس لیے دیر لگتی ہے۔ تاہم وہ اقدار انسانی ضمیر کی تہ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ اور پھر انہیں نکالنا ممکن نہیں رہتا۔

نظام اسلام کے نفاذ کا طریق ابتدائے اسلام میں ارتقائی ہی رہا۔ یہ بہت مفید اور مؤثر ثابت ہوا۔ اس لیے قرین مصلحت یہی ہے کہ موجودہ دَور میں بھی نفاذ شریعت کا عمل تدریجاً ہو۔ میری اس رائے کا اطلاق محرمات شرعیہ یا اوامر شریعت پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حرام کو تو حرام قرار دیا جا چکا ہے اسے اب حلال کون کر سکتا ہے اسی طرح شریعت کے احکام تو چودہ سو برس سے حکم اور امر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قول کا اطلاق شریعت کے دوسرے احکام کے موجودہ دور میں نفاذ پر کرنا چاہیے۔

نفاذ شریعت میں تدریج کے موضوع پر عزیز مکرم حافظ سعد اللہ ریسرچ اسسٹنٹ نے تحقیق کی ہے اور اکثر اکابر علمائے عصر کی رائے کی روشنی میں ایک مقالہ مرتب کیا ہے۔ مرکزِ تحقیق دیال سنگھ لائبریری اس مقالے کو مطبوع صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ فاضل موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی یہ تحریر اس سلسلے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکے۔

السعی منا والاتمام من اللہ

مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۳ء

سیّد محمد متین ہاشمی

ڈائرکٹر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

لاہور،

Marfat.com

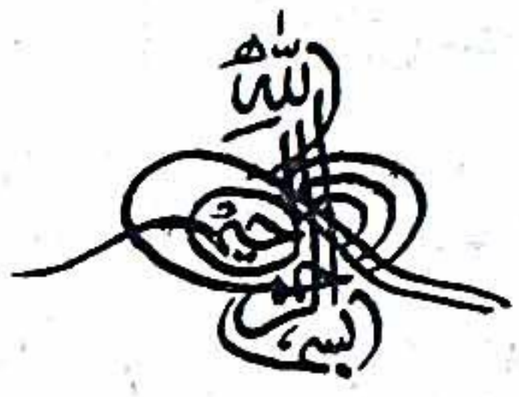

تدریج کا مطلب درجہ بدرجہ اور آہستہ آہستہ کسی چیز کو اس کی انتہا اور کمال تک پہنچانا ہے۔ جب ہم اس نظامِ کائنات کو بنظرِ غائر دیکھتے ہیں تو ہر جگہ تدریج کارفرما نظر آتی ہے۔ خالق و مالک کون و مکان جل شانہ جو قادرِ مطلق ہے، علیٰ کل شئ قدیر ہے

اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (یٰس: ۸۲)

ترجمہ: "وہ تو بس جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔"

کی صفت کا حامل ہے، محض اپنے ارادہ و مشیت سے معدوم کو موجود اور نسبت کو ہست کرنے والا ہے اور اسے کسی چیز کے پیدا کرنے اور معرضِ وجود میں لانے کے لئے حاجت نہ مادہ کی نہ روح کی نہ ہیولیٰ کی اور نہ کسی اور چیز کی۔ وہ جب اس ارضی و سماوی نظام کو بناتا ہے تو اس میں بھی یہی تدریج نظر آتی ہے۔ فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا چھ دنوں میں پھر قائم ہو گیا عرش پر۔

Marfat.com

## جلد بازی نہ کرنے کی تعلیم الٰہی

مذکورہ آیت کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔

ولو شاء خلقھن فی لمحۃ والعدول عنہ لتعلیم خلقہ التثبت[1]

ترجمہ: اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو آسمانوں اور زمین کو ایک لمحہ میں پیدا فرما سکتا تھا مگر یہ طریقہ چھوڑ کر چھ دن میں پیدا کرنے سے مقصود مخلوق کو آہستگی اور ٹھہراؤ کی تعلیم دینا ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

" والمقصود من ذالک تعلیم عبادہ التثبت والتأنی فی الامور وقال سعید بن جبیر کان اللہ عزوجل قادرًا علیٰ خلق السمٰوٰت والارض فی لمحۃ ولحظۃ فخلقھن فی ستۃ ایام تعلیما لخلقہ التثبت والتأنی فی الامور کما فی الحدیث " التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطٰن "۔[2]

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کا زمین و آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کرنے سے مقصود اپنے بندوں کو تمام امور میں جلدی نہ کرنے اور خوب غور و فکر کرنے کی تعلیم دینا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر نے کہا: اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کو ایک لمحہ بلکہ لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر تھا (اس کے باوجود) ان کو چھ دنوں میں پیدا کرنے سے مطلوب اپنی مخلوق کو تمام معاملات میں جلدی نہ کرنے اور خوب غور و خوض کرنے کی تعلیم

---

[1] جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی: تفسیر جلالین: ۱۰۴ طبع دہلی ۱۹۲۲ء۔

[2] علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم الشہیر بالخازن، تفسیر الخازن: ۲: ۲۳۷ طبع مصر ۱۹۵۵ء

Marfat.com

دینا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آہستگی اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور جلدی شیطان کی جانب سے ہے۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے۔

وھو سبحانہٗ وتعالیٰ قادر علیٰ خلقھا فی لحظۃ واحدۃ یقول لھا کونی فتکون، ولٰکنہ اراد ان یعلم عبادہ الرفق والتأنی فی الامور[1]

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالےٰ تمام آسمانوں اور زمین کو ایک ہی لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ انہیں حکم دیتا کہ ہو جاؤ تو یہ وجود میں آجاتے۔ لیکن اس نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس طریقہ سے اپنے بندوں کو جملہ امور میں نرمی اور مہلت سے کام لینے کی تعلیم دے۔

صاحب روح البیان نے اس سلسلہ میں خوب لکھا ہے۔

لو شاء لخلقھا فی اسرع من لحظۃ ولٰکنہٗ علم عبادہ التانی فی الامور۔

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آسمانوں اور زمین کو ایک لحظہ سے بھی جلدی میں پیدا فرما دیتا مگر اس نے اپنے بندوں کو تمام امور میں جلدی نہ کرنے کی تعلیم دینے کی غرض سے ان کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔

اس کے بعد موصوف نے بطور استشہاد مندرجہ ذیل اشعار نقل کئے ہیں۔

؎ مکر شیطانست تعجیل وشتاب  خوی رحمانست صبر واحتساب

---

[1] العلامہ شوکانی: تفسیر فتح القدیر: ۲: ۲۰۱ طبع مصر

Marfat.com

۵ با تانی کشت موجود از خدا ۔۔۔ تابشش روز این زمین و چرخ ہا
ورنہ قادر بود کز کن فیکون ۔۔۔ صد زمین و چرخ آوردی برون
این تانی از پی تعلیم تست ۔۔۔ صبر کن در کار دیر آئی درست[1]

علاوہ ازیں کارخانہ قدرت کے اس منظم نظام میں بے شمار ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو تدریجی مراحل سے گزر کر اپنے کمال و انتہا کو پہنچتی ہیں۔ سرسبز و شاداب باغات، لہلہاتے کھیت، رنگ برنگے پھول، چاند کا بڑھنا گھٹنا، سورج کا طلوع و غروب، موسموں یعنی گرما، سرما، خزاں اور بہار کی آمد و رفت وغیرہ وغیرہ میں یہی تدریجی اصول کارفرما ہے جبکہ وہ ذات جل شانہ آنِ واحد میں ایک بیج کے دانے بلکہ بغیر مادہ کے ایک تناور درخت، ایک لمحہ میں پکی فصل، اول رات ہی میں ہلال سے بدر اور ایک لحظہ کے کروڑویں حصہ میں موسم گرما سے موسم سرما پیدا کرنے پر قادر ہے۔

## نظام عالم میں تدریج اور اس کی حکمت

در اصل ہر شے کو تدریجی مراحل سے گزار کر نقطۂ کمال تک پہنچانے میں بے شمار حکمتیں پنہاں ہیں۔ قاری طیب صاحبؒ نے ان حکمتوں سے کچھ پردہ اٹھایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"چونکہ اس نو پید عالم میں محض منظم ٹکراؤ اور محکم حکم ہی مقصود نہیں بلکہ اس نظم و حکم کے ماتحت ہر حادث اور ہر نو پید شے کو اس کی حد کمال تک پہنچانا بھی مقصود بلکہ اصل مقصود ہے جسے تربیت کہتے ہیں تاکہ ہر

---

[1] علامہ اسماعیل حقی، روح البیان، ۳، ۱۷۴۔

Marfat.com

شے کی تمام اندرونی استعدادیں اور صلاحیتیں درجہ بدرجہ اور رتبہ برتبہ کھل کر سامنے آجائیں اور وہ شے اپنے مراتب خلقی طفولیت و شباب اور کہولت سے طبعی رفتار کے ساتھ گزرتی ہوئی بالآخر حد کمال پر پہنچ جائے۔ اس لیے اس کائنات کے نظم میں تدریج اور ترتیب بھی لازم تھی کہ کون سی شے کب نمایاں ہو، کن کن مراتب سے گزرتی ہوئی کتنی مدت میں کن کن اسباب کی مدد سے اپنی تکمیل کا دائرہ طے کرے اور کس وقت تک اپنی خلافت کا پورا کمال دکھا کر خاموش ہو جائے یعنی اس عالم کو خیر باد کہہ کر اپنی زندگی کا دوسرا دور شروع کرے۔ ظاہر ہے کہ اگر عالم میں ہر چیز ایک دم میں مکمل پیدا ہوا کرتی تو اس کی درمیانی ترقی کی استعدادیں اور ان استعدادوں کے ماتحت مقامات زندگی کو فعلیت میں لانے پھر ان مقامات کو عبور کر کے ان کے خواص و آثار دکھلانے اور اس طرح اپنے اندر نوعی جامعیت پیدا کرنے کے تمام درجات و مراتب پردۂ عدم ہی میں مستور رہ جاتے اور کبھی نہ کھل سکتا کہ اس شے کے اندر کیا کیا جوہر پنہاں تھے جنہیں اسباب و مقدرات کے ماتحت اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہونا چاہیے تھا اور کیا کیا معائب تھے جنہیں زمانہ کی دست برد اور حوادث کے تھپیڑوں سے کچل کر فنا ہو جانا چاہیے تھا اور ظاہر ہے کہ کسی شے کا کمال بغیر جمع فضائل اور دفع رذائل کے حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ جمع و تفریق بغیر امتداد مدت اور بغیر اسباب و مسببات کی تدریجی تربیت کے ناممکن تھی

Marfat.com

اس لئے اشیائے کائنات میں نظم اور حکم کے ساتھ تدریج اور اس کی طبعی رفتار کے لئے مسافت کی ضرورت تھی تاکہ ہر شے اپنی نوعی طبیعت کے مخفی جوہر کھولتی ہوئی کمالات زندگی کے مقام معلوم تک پہنچ جائے۔"[1]

**رب اور تدریج**

غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتی ناموں میں سے ایک عظیم نام "رب" ہے۔ اسی نام کے ساتھ عالمِ ارواح میں ارواح انسانی سے اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ؟ (کیا میں تمہارا رب نہیں) کہہ کر قَالُوۡا بَلٰی (بولے کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے) کی صورت میں خدائی ربوبیت کا اقرار کرایا گیا، انسان کے مرنے کے بعد قبر میں اسی نام کے ساتھ سوال کیا جائے گا مَنۡ رَّبُّكَ "تیرا رب کون ہے؟" اور اللہ تعالےٰ کے اسم ذاتی کے بعد اسی صفاتی نام کے ساتھ قرآن کا آغاز ہوا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ رب کی اصل تربیت ہے اور تربیت کا معنی بقول راغب اصفہانی:

انشاء الشیٔ حالاً فحالاً الی حد التمام[2]

ترجمہ: "شے کو ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے گزارتے ہوئے حدِ تمام تک لے جانا۔"

اور علامہ بیضاوی رحؒ کے مطابق:

التربیۃ وھی تبلیغ الشیٔ الی کمالہ شیئاً فشیئاً"[3]

---

[1] قاری محمد طیب، فطری حکومت۔ ۲۳ تا ۲۵ طبع ادارہ عثمانیہ پرانی انارکلی لاہور ۱۹۶۳ء

[2] راغب اصفہانی: المفردات فی غریب القرآن: ۱۸۲ طبع نور محمد کراچی ۱۹۶۱ء

[3] قاضی ناصر الدین بیضاوی: انوار التنزیل واسرار التاویل: ۱: ۲۵، ۲۶ طبع مصر

Marfat.com

ترجمہ: شے کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔

گویا "ربّ العٰلمین" فرما کر اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ صرف اس مشاہدہ کے جہان میں نہیں بلکہ اٹھارہ ہزار جہانوں میں جہاں ہمارے اذہان اور ہماری عقول کی رسائی ناممکن ہے، اسی "تدریج" کا اصول کارفرما ہے۔

## تخلیق انسان اور تدریج

خلاقِ عالم نے جب انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اس میں بھی اسی اصول تدریج کو مدنظر رکھا۔ فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: "اور بالیقین ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنا دیا پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا کیسی شان والا ہے اللہ تمام صناعوں سے بڑھ کر۔"

آیات مذکورہ میں انسان کی تخلیق کے سات دور ذکر کئے گئے ہیں۔ سب سے

---

لہ قاضی ناصرالدین بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ۱: ۲۵، ۲۶ طبع مصر۔

Marfat.com

پہلے سلالہ من طین، دوسرے درجہ میں نطفہ، تیسرے میں علقہ، چوتھے میں مضغہ، پانچویں میں عظام یعنی ہڈیاں، چھٹے دور میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانا ساتواں دور تکمیل تخلیق کا ہے یعنی روح پھونکنا...... ایک روایت کے مطابق ہر دور سے دوسرے دور تک منقلب ہونے میں چالیس چالیس دن صرف ہوتے ہیں[1]

انسان کی پیدائش کے بعد ایک دو سال تک صرف دودھ پر جینے پھر رفتہ رفتہ حسب استعداد و حالات مختلف غذائیں کھا کر پھلنے پھولنے اور جوانی تک نشوونما پانے میں ہر مقام پر نطفہ سے لے کر شباب تک پہنچنے میں "تدریج" ہی نظر آتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ "تدریج" انسان کی سرشت اور صل میں داخل ہے۔ اور بمطابق:

کل شیء یرجع الی اصلہ

ترجمہ: ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

انسان کا تدریجی عمل سے گزر کر کمال اور انتہا تک پہنچنا قدرتی و فطری امر ہے۔

## نزول قرآن میں تدریج اور اس کی مصلحت

انسانیت ذہنی اور عقلی اعتبار سے اسی تدریجی طریق کار سے گزر کر شباب کو پہنچی تو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اللہ تعالے نے یہاں بھی لوگوں تک پیغام توحید پہنچانے اور اسلامی نظام کے نافذ کرنے میں تدریج کو ملحوظ رکھا۔ مولانا تقی نے لکھا ہے:

"قرآنی احکام ۲۳ سال کی مدت میں حالات و تقاضا کے لحاظ سے

---

[1] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۶، ۲۰۰ و ۲۹۱ طبع کراچی ۱۹۷۲ء۔

Marfat.com

نازل ہوئے ابتداء میں مجمل احکام عقائد و عبادات سے متعلق تھے۔ اور بعد میں مفصّل احکام معاشرتی و تمدنی معاملات وغیرہ سے متعلق تھے۔ قومی اور اجتماعی زندگی کی جیسی تربیت ہوتی گئی اور اس میں تحمل و انگیز کی جتنی صلاحیت بڑھتی گئی اسی مناسبت سے غذا اور دوا کی تجویز ہوتی رہی۔ ابتداء میں بچہ کو صرف دودھ پر رکھا گیا۔ یہ دودھ ایک طرف غذا کا کام دیتا رہا اور دوسری طرف زیادہ ثقیل غذا ہضم کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا رہا۔ درمیان میں وقتاً فوقتاً برداشت کے مطابق دوسری مقویات کا بھی استعمال کرایا جاتا رہا، تا آنکہ اس قابل بن گیا کہ وہ غذا کو ہضم کر سکے۔ پھر غذا کے دینے میں بھی اس کی طبیعت اور مزاج کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی یعنی نہ ایک ہی وقت میں ثقیل غذا دی گئی اور نہ انواع و اقسام کی غذاؤں کو ایک ہی وقت میں دینے کی کوشش کی گئی۔ غرض مجموعی حیثیت سے اوامر و نواہی میں بتدریج مدارج طے کرائے گئے، حتیٰ کہ نماز، روزہ وغیرہ اوامر اور شراب جوئے وغیرہ نواہی میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے اور قوتِ ہضم کے عملی معائنہ کے بعد جن مختلف مراحل سے گزارا گیا ہے، عہد نبوت کی تاریخ کا طالب علم ان سے بخوبی واقف ہے مذکورہ طریق کار اور تدریجی ارتقاء قانون کی دنیا میں یہ ذہنیت پیدا کرانا چاہتا ہے کہ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی نظام اوپر سے نہیں مسلط کیا جا سکتا بلکہ اندر سے ابھرتا ہے۔ اور ہر بن موء سے رس رس کر نکلتا ہے اور وہی قانون کامیاب ہوتا ہے جو انسان کی فطرت اور

Marfat.com

تربیت یافتہ رجحانات سے موافقت کرتا ہے۔" [1]

کفار مکہ نے قرآن مجید کے اس طرح رفتہ رفتہ نازل ہونے پر اعتراض اٹھایا۔

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (القرآن: ۳۲)

ترجمہ: کافر یہ کہتے ہیں کہ اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن ایک بارگی (پورا) کیوں نہیں نازل کر دیا گیا۔

اللہ تعالےٰ نے اِس کے جواب میں تدریجی نزول کی حکمت واضح فرمائی۔ فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ (القرآن: ۳۲)

ترجمہ: اس طرح اس لیے کہ ہم اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے۔

اس آیت (كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ الخ) کی تفسیر میں ابن عربی نے لکھا ہے۔

"فانہٗ رسول الی الکل واستعداداتھم متباینۃ، ونفوسھم فی الصفات متفاوتۃ فیجب ان یکون فیہ جوامع الحکم والکلم، والفضائل والاخلاق لیھدی کلامتھم بما یناسبہ من الحکمۃ او یزکیہ بما یلیق بہ من الخلق ویعلمہ ماینتفع بہ من العلم علی حسب استعداداتھم وصفاتھم ولا لم یمکنہ دعاء الکل، فعلیٰ ھٰذا کون التنزیل مفرقا منجما الخ" [2]

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے واسطے خدا تعالےٰ کے رسول ہیں

---

[1] مولانا محمد تقی امینی: فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر: ۸۷ تا ۸۸ طبع لاہور۔

[2] محی الدین ابن عربی: تفسیر القرآن الکریم: ۲: ۱۵۸ طبع بیروت ۱۹۷۸ء

Marfat.com

اور تمام لوگوں کی صلاحیتیں اور عادات و صفات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں جملہ حکمتیں، فضائل اور اخلاق عالیہ موجود ہوں تاکہ آپ ہر ایک کو اس کی استعداد اور صفات کے مطابق اس کے مناسب حال حکمت کی ہدایت کر سکیں، اس کے لائق حال اخلاق کے ساتھ اس کا تزکیہ کر سکیں اور اس کی صلاحیت کے مطابق اس کو مفید علم سکھا سکیں ورنہ تو تمام لوگوں کو (بیک وقت اور ایک ہی طریقہ سے) اسلام کی طرف دعوت دینا ناممکن ہوتا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید تھوڑا تھوڑا اور بتدریج نازل ہوا۔

تفسیر مظہری میں ہے:

لنقوی بتفریقه قلبك علی حفظه وفهمه ولان تنزوله بحسب الوقائع یوجب بصیرةً فی المعنی۔ [1]

ترجمہ: قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ ہم اس طرح قرآن کے حفظ کرنے اور سمجھنے میں آپ کے قلب مبارک کو تقویت پہنچائیں دوسرے حسبِ واقعات و حالات قرآن مجید کا نازل ہونا معنیٰ میں بصیرت کو واجب کرتا ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے

"یعنی ایک بڑی مصلحت اس تدریجی نزول قرآن میں تو رسول کی

---

[1] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ۷: ۲۵، طبع دہلی۔

Marfat.com

تقویتِ قلب ہے۔ مشائخؒ نے کہا ہے کہ ثمرات و مقامات میں جو تاخیر و تدریج ہوتی ہے اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ ثبات و رسوخ حاصل ہوتا جائے۔ جو چیز جلدی آتی ہے وہ جلدی نکل بھی جاتی ہے سالک کو دیر ہونے سے تنگ نہ ہونا چاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے۔ علماء کے ہاں تعلیم کا سبقاً سبقاً ہونا اور مشائخ کے ہاں افادہ و افاضہ میں تدریج اسی آیت سراپا حکمت کی ماتحتی میں ہے۔ نیت کا مستحکم ہونا، قلب کا تحمل پر قادر ہونا، ملکۂ علمی کا راسخ ہونا سب اسی کے برکات ہیں"۔ [1]

الغرض قرآن مجید حالات و ضروریات کے مطابق قوم کی ذہنی صلاحیت اور قبول کی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے۔ مولانا تقی نے لکھا ہے۔

"معاشرتی اور سماجی حالات کے لحاظ سے قرآنی تصریحات دو بڑے حصوں میں منقسم ہیں:

۱۔ قوم ابھی ابتدائی مرحلہ سے گزر رہی تھی نہ اس کی ٹھیک تنظیم ہو پائی تھی اور نہ اس کا اخلاقی شعور ابھی بیدار ہوا تھا۔ ایسی حالت میں صرف چند بنیادی عقائد و اعمال کی ضرورت تھی جو بڑی حد تک اس میں مشترک اور وہ ان سے مانوس ہوتا کہ فکری و عملی انتشار ختم ہو کر قوم میں ہمدردی و مرکزیت کی روح پیدا ہو۔ پھر ایک مقصد و مرکز کے ماتحت متحد ہو کر آگے کے مراحل طے کرے۔ اس کے علاوہ ترغیب و ترہیب سے متعلق چند مسلم واقعات کا تذکرہ بھی ضروری

---

[1] مولانا عبدالماجد دریا آبادی: تفسیر ماجدی: ۲: ۳۵۷ طبع تاج کمپنی۔

Marfat.com

تھا، جن سے عبرت و نصیحت حاصل ہو اور وہ اندھی تقلید کی بجائے تنقیدی شعور سے کام لینا سیکھے اور توہم پرستی سے نکل کر حقیقت کو پہچانے اس ابتدائی مرحلہ میں قرآن حکیم کا جو حصّہ نازل ہوا ہے وہ توحید و رسالت، جزا و سزا اور مکارم اخلاق وغیرہ کے بیان تک محدود ہے۔ اس سلسلہ میں جو چیزیں مفید ہو سکتی تھیں مثلاً گذشتہ قوموں کے سبق آموز واقعات و حالات، مذہبی تعلیم کی روح اور الٰہی حکمت سے خود ان کے انحراف کے نتائج وغیرہ ان کا بھی اجمالاً تذکرہ ہے بہرحال اس مرحلہ میں جو کچھ بھی بیان ہوا وہ بڑی حد تک قوم کے نزدیک مسلم تھا اس کی اہمیّت و افادیت اور اصل حقیقت سے انکار اس کے لئے نہایت مشکل تھا۔ قومی و جماعتی زندگی میں یہی مرحلہ سب سے زیادہ نازک اور اہم ہوتا ہے۔ اسی کی درستگی اور استواری پر قوم کی فلاح و کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے اور اس میں معمولی کوتاہی کا خمیازہ آخر تک بھگتنا پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مکی دور کہلاتا ہے اور قرآن حکیم کا تقریباً $\frac{19}{30}$ حصّہ اسی دور کی نوک پلک درست کرنے پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں زیادہ تر چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں اور خطاب عام طور پر یا ایھا الناس سے کیا گیا ہے۔

ب۔ قوم ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی تھی کہ اس کی ذہنی فضا بڑی حد تک ہموار اور اخلاقی شعور بیدار ہو چکا تھا۔ حق و باطل میں امتیاز قائم ہو کر حق اپنی علیٰحدہ تنظیم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس حالت کے لئے تفصیلی احکام کی ضرورت اور زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق بنیادی ہدایات درکار تھیں۔ چنانچہ

Marfat.com

قرآن حکیم کے اس حصہ میں عموماً زیادہ ایسے ہی مسائل ہیں اور خطاب بھی "یا ایھا الذین اٰمنوا" سے کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مدنی دور کہلاتا ہے اور اس دَور کی آیتیں زیادہ تر طویل اور تفصیلی ہدایات پر مشتمل ہیں۔

اس طرح قرآن حکیم ۲۳ سال میں بتدریج نازل ہوا ہے۔ ۱۳ سال مکی دور کے ہیں اور ۱۰ سال مدنی دَور کے [1]

## احکام کے نزول میں تدریج اور اس کی حکمت

اگرچہ گذشتہ سطور میں تدریج کی حکمت و مصلحت پر بقدر ضرورت عرض کیا جا چکا ہے تاہم اس سلسلہ میں بخاری شریف کے اندر حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ایک ایسی روایت موجود ہے جو نہایت ہی وقیع اور دلیلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر اسلامی نظام کے نفاذ میں تدریج کی مصلحت کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ فرماتی ہیں:

"انما نزل اول ما نزل سورۃ من المفصل فیھا ذکر الجنۃ والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا

---

[1] مولانا محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ۷۷ تا ۷۹ طبع لاہور۔

Marfat.com

لا ندع الزنا ابداً"۔ [1]

ترجمہ: پہلے مفصل (سورہ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت و دوزخ (ترغیب و ترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے تو پھر حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر مثلاً شراب نہ پینے کا حکم اول ہی دن نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء ہی میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے۔

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے درج کیا ہے:

"(قوله نزل الحلال والحرام) اشارت الى الحكمة الالٰهية فى ترتيب التنزيل وان اول مانزل من القرآن الدعاء الى التوحيد والتبشير للمؤمن والمطيع بالجنة وللكافر والعاصى بالنار فلما اطمأنت النفوس على ذالك انزلت الاحكام ولهذا قالت: ولو نزل اول شى لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندعها وذالك لماطبعت عليه النفوس من النفرة عن ترك المألوف [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس قول سے اُس حکمتِ الٰہیہ

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری: الجامع الصحیح، ۲: ۷۴۸، طبع دہلی

[2] ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح البخاری، ۱۰: ۱۵۰، طبع مصر ۱۹۵۹ء

Marfat.com

کی طرف اشارہ کیا ہے جو نزولِ قرآن کی ترتیب کے سلسلہ میں واقع ہوئی ہے پہلے پہلے توحید کی طرف دعوت دی گئی، مومن اور فرمانبردار کو جنت کی بشارت دی گئی اور کافر اور گنہگار کو دوزخ سے ڈرایا گیا جب نفوس میں یہ چیز پختہ ہو گئی تو احکام نازل کئے گئے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ اگر شروع ہی سے "شراب مت پیو" کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم نہ چھوڑیں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرغوب چیز کو چھوڑنا طبعاً ناگوار ہوتا ہے۔

تقریباً یہی مفہوم ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ قسطلانی اور عینی نے بھی لکھا ہے۔[1]

## تدریج — احسان الٰہی

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے وہ بڑا علیم و خبیر اور سب سے بڑا حکیم و دانا ہے۔ وہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

ترجمہ: اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔

اسلامی نظام کے نفاذ میں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق بندوں پر رحم و کرم اور احسان عظیم فرمایا تمام احکام کا یک لخت مکلف نہیں بنایا بلکہ رفتہ رفتہ ان کی صلاحیت و استعداد کے مطابق شریعتِ مطہرہ کا نزول ہوتا رہا

---

[1] (ا) علامہ قسطلانی: ارشاد الساری شرح البخاری: ۷: ۴۵۳ طبع بولاق مصر ۱۳۴۳ھ۔

(ب) بدرالدین العینی: عمدۃ القاری شرح بخاری: ۲۰: ۲۲۶ طبع بیروت۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامۃ والبرا لا اعطاھذہ الامۃ ومن کرامتہ و احسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعۃ واحدۃ ولکن اوجب علیھم مرۃ بعد مرۃ [1]

ترجمہ: فضیلت وکرامت کی کوئی بات ایسی نہیں رہی جسے اللہ تعالےٰ نے اس امت کو عطا نہ فرمایا ہو۔ یہ بھی اس کا فضل واحسان ہے کہ شرائع (احکام) کو ایک ہی دفعہ میں نہیں اتارا، بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔

## پیغمبرؑ بحیثیت طبیب

در اصل انبیاء علیہم السلام قوم کے طبیب ہوتے ہیں اور وہ قوم، مرض اور مزاج کی مناسبت سے غذا اور دوا تجویز کرتے ہیں۔ جس طرح ایک کامل طبیب تشخیص و تجویز کے ہر مرحلہ میں گرمی، سردی، قویٰ، مزاج اور عمر وغیرہ کی رعایت ضروری سمجھتا ہے اسی طرح روحانی طبیب مزاج کو معتدل رکھنے کے لئے مذکورہ بالا تمام باتوں کی رعایت ضروری جانتا ہے اور ان ہی کی مناسبت سے پرہیز، دوا اور غذا تجویز کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تفصیلاً لکھا ہے۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تشریع کا اصول سمجھ لو تو کسی طبیب حاذق وماہر تجربہ کار کا سلوک مریضوں کے ساتھ دیکھ لو۔ کس طرح پہلے وہ ان کو مرض کی نوعیت اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتا ہے جس کا

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۳: ۵۲ طبع مصر ۱۹۶۷ء

Marfat.com

سمجھنا خود ان کے لئے دشوار ہوتا ہے۔ پھر وہ ان کو ان امور محسوسہ پر، جو اس مرض کے اسباب حقیقی کا نطفہ ہوتے ہیں، توجہ دلاتا ہے مثلاً چہرہ کی سرخی اور مسوڑھوں سے خون نکلنے وغیرہ کو غلبہ خون کی علامت قرار دیتا ہے اور زردی بُشرہ یا مثلاً پیشاب کا رنگ زردی مائل ہونے کو غلبہ صفرا کا اثر بتاتا ہے۔ پھر وہ مریض کا سنِ وسال دریافت کرنے اور اس کی قوت مقاومت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے مسکن کی آب و ہوا اور موسمی حالت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ اس کے بعد وہ ادویہ متعلقہ کے خواص پر غور کرنے کے علاوہ یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ وہ دوا اپنی عمر کی کس منزل پر ہے اور اس میں کتنی قوت تاثیر موجود ہے۔ ان تمام مراحل کے طے ہو جانے کے بعد وہ مریض کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے جس کے اجزاء، مقدار شربت اور اوقات استعمال امور مسطورہ بالا کو پیشِ نظر رکھ کر معین کیے جاتے ہیں"۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک دین ایک ہی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ (الشوریٰ: ۱۳)

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) ۱: ۴۶۲ طبع قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۶۲ء

Marfat.com

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے (حضرت) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے اور جس کا ہم نے (حضرت) ابراہیم اور (حضرت) موسےٰ اور (حضرت) عیسیٰ علیہم السلام کو بھی حکم دیا تھا یعنی یہ کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اس کے باوجود ہر نبی کی شریعت دوسرے نبی سے مختلف رہی۔ لوگوں کے طبعی، معاشرتی، معاشی اور موسمی حالات میں اختلاف کی وجہ سے اعمال و احکام شریعت بھی مختلف رہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ (الحج: ۶۷)

ترجمہ: ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت مقرر کی ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوتے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا۔ (المائدہ: ۴۸)

ترجمہ: ہم نے تم میں سے ہر ایک قوم کے لئے ایک شریعت اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔

ہر نبی اپنی امت کے مزاج، طبائع، قویٰ، عادات، حالات و واقعات کی رعایت کرتے ہوئے اس کی تربیت کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

" انما مثله كمثل الطبيب يحمد الى حفظ المزاج المعتدل فى جميع الاحوال فتختلف احكامه باختلاف الاشخاص والزمان فيامر الشاب بما لا يأمر به الشائب ويامر فى الصيف بالنوم فى الجولمايرى ان الجو مظنة الاعتدال حينئذ ويأمر فى الشتاء بالنوم داخل البيت لما يرى انه مظنة

Marfat.com

البر دحینئذٍ [1]

ترجمہ: نبی کی مثال طبیب جیسی ہے کہ وہ ہر حالت میں معتدل مزاج کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔ طبیب کے احکام تشخیص و تجویز وغیرہ زمانہ اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جوان آدمی کے لیے جو تجویز کرتا ہے بوڑھے کے لئے وہ نہیں کرتا، موسم گرما میں کھلی فضا میں سونے کے لئے کہتا ہے اور موسم سرما میں گھروں کے اندر سلاتا ہے۔ موسم کے اس اختلاف کی بنا پر اعتدال مزاج کی رعایت کے لئے اپنے احکام کے اختلاف کو وہ ضروری قرار دیتا ہے اور اسی پر اس کا عمل درآمد رہتا ہے۔

چنانچہ نبی کی اس حیثیت کے تحت جب ہم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ تعلیم اور تزکیہ نفوس کو دیکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشخاص کے مزاج و حالات کے اختلاف کی وجہ سے ایک ہی سوال کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ مثلاً احادیث میں آتا ہے کہ مختلف مواقع پر مختلف لوگوں نے اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ یعنی کونسا عمل افضل ہے؟ کا سوال کیا۔ آپؐ نے ہر سائل کی باطنی ضرورت یا بیماری یا مزاج کی مناسبت دیکھتے ہوئے اس کے مطابق جواب مرحمت فرمایا۔ جس شخص کے اندر نماز میں خامی اور کوتاہی ملاحظہ فرمائی اس کو جواب دیا کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ جس شخص میں جہاد سے بے رغبتی دیکھی اسے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے افضل ہے۔ جس شخص میں والدین کی نافرمانی کے آثار پائے جاتے تھے اسے فرمایا کہ

27669

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ: ۱: ۸۹ طبع مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۵ء۔

Marfat.com

والدین کی خدمت تمام اعمال سے بہتر ہے۔ جو شخص بے مروتی کا شکار تھا اسے احسان و سلوک تمام اعمال سے افضل بتایا۔

بہت سارے ایسے اعمال ہیں جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھے یا صحابہ کرام کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے کمال رحمت سے عوام الناس کا لحاظ فرماتے ہوئے ان کو نہیں کیا ہے یا کم از کم ان کو ضروری نہیں ٹھہرایا ہے۔ مثلاً آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ سے فرمایا:

لولا حدثان قومك بالكفر لنقضت الكعبة وبنيتها على اساس ابراهيم عليه السلام [1]

ترجمہ: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم یعنی قریش ابھی ابھی اسلام لائے ہیں (اور اس لیے زمانہ جاہلیت کی ذہنیت ابھی گئی نہیں۔ اگر ان کی ذہنیت کے مخالف کوئی کام کیا جائے تو وہ اسلام ہی سے نفرت کرنے لگیں گے) تو میں کعبہ شریف کی موجودہ عمارت کو ڈھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشہ کے مطابق اس کو از سر نو تعمیر کرتا (اور حطیم کو اس میں شامل کرتا۔)

مسواک کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق على امتى لامرتهم بالسواك عند كل صلوٰة [2]

ترجمہ: اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمّت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں

---

[1] (ا) حجۃ اللہ البالغہ: ۱: ۱۱۲ طبع مکتبہ سلفیہ لاہور (ب) بخاری شریف: ۱: ۲۴ طبع دہلی۔ (باختلاف الفاظ)

[2] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع الترمذی: ۲۹، ۳۰ طبع نور محمد کراچی۔

Marfat.com

ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا وجوبی حکم دیتا۔

مشکوٰۃ میں متفق علیہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن نماز تراویح پڑھائی اور پھر قصداً باہر تشریف نہ لائے صحابہ کرام نے روزانہ تراویح پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"... خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم" [1]

ترجمہ: مجھے اس بات سے خوف ہے کہ (اگر میں روزانہ پڑھاؤں گا تو) نماز تراویح فرض کر دی جائے گی اور اگر فرض ہو گئی تو تم اسے ادا نہ کر سکو گے۔ لہٰذا تم گھروں ہی میں پڑھ لیا کرو۔

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے مزاج اور قویٰ کے مطابق اس کی تربیت کی۔ قوم عرب کی ذہنی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی پستی اور زبوں حالی چنداں محتاج بیان نہیں۔ بیک جنبش قلم ان کو ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل بنانا خلاف طبیعت و فطرت انسانی تھا۔ اس لئے حضورؐ نے ایک ماہر طبیب کی طرح آہستہ آہستہ اور تدریجی مراحل سے گزار کر قوم کو اخلاق کی بلند منازل پر پہنچایا۔

ابراہیم آفندی نے لکھا ہے:

"... لما کان (دیننا) آخر الشرائع ورسوله خاتم المرسلین

---

[1] ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح: ۱: ۴۰۵ طبع دمشق۔

Marfat.com

وجب ان تقام احکامه علی قواعد راسخة واساس متینة لایعبث بها ید الحوادث ولا یقوضها اعصار الاعصار وهذا یستدعی التدریج فی الوصول الی المامول۔ فان الدین نشأ بین قوم لم یدینوا بشریعة ولم یخضعوا لنظام فکان من الحکمة ان یؤتی اول الامر فی بعض الاحکام مما لا یخالف سجایا هم کل المخالفة ولا یوافقها کل الموافقة وان کان لا یصلح للبقاء ولا یلیق بکل الازمان لیسهل به قیادهم وتحصل طاعتهم وحینما یثبت اللّٰه دینهٗ وتطمئن به القلوب تبدل تلک الاحکام بما هو حقیق بالثبوت وحری بالمقام علی ممر الایام کما کان فی حد الزنا فان اللّٰه حمله اولا ایذاء للزانی وحبسا للزانیة ثم صیره رجما للمحصن و جلدا او تغریبا لسواه [1]

ترجمہ: جب ہمارا دین آخری شریعت اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول تھے تو ضروری تھا کہ اس دین کے احکام پختہ قواعد اور مضبوط بنیاد پر قائم ہوں تاکہ حوادثات زمانہ اور مرور دھر اس کی عمارت کو ڈھا نہ سکیں۔ اس مقصد کے لئے مطلوب تک پہنچنے کے لئے تدریج لازمی تھی۔ کیونکہ دین ایسی قوم میں اتر رہا تھا جن کے ہاں کسی شریعت اور کسی نظامِ حکومت کا وجود نہ تھا پس حکمت

---

[1] ابراہیم افندی: اسرار الشریعۃ الاسلامیۃ: ۲۴، ۲۵ طبع مصر۔

Marfat.com

یہی تھی کہ اولاً ایسے احکام نافذ کر دیے جائیں جو نہ بالکل ان کی طبائع کے مخالف ہوں اور نہ بالکل موافق۔ اگرچہ وہ احکام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ تاکہ ان کی طبائع مائل ہوں اور ان کی فرمانبرداری حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو ثابت کر دیا اور ان کے قلوب دین کے ساتھ مطمئن ہو گئے تو اب اللہ تعالیٰ نے احکام کو تبدیل فرمایا۔ جیساکہ زنا کی حد میں ہوا۔ اولاً تو زانی کو ایذا اور زانیہ کو قید کیے جانے کی سزا مقرر تھی۔ بعدازیں اس سزا کو شادی شدہ کے لئے سنگساری اور غیر شادی شدہ کے لیے کوڑے اور جلاوطنی کی سزا میں تبدیل کر دیا گیا۔

## شریعت کا مقصد

تمام احکام شرع کی غرض وغایت انسانوں کی فلاح و بہبود ہے۔ شریعت کوئی ایسا حکم عائد نہیں کرتی جو تکلیف مالایطاق کے ضمن میں آئے یا دنیاوی واخروی فائدہ کی بجائے نقصان ہو۔ شریعت کا مقصود محض انسانوں کی بہتری ہے۔ تفسیر مراغی میں نسخ کی بحث کے تحت لکھا ہے:

"ان الاحکام ما شرعت الا لمصلحۃ الناس [1]

ترجمہ: تمام احکام شرع صرف اور صرف لوگوں کی مصلحت کے واسطے مشروع کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے یاعز بن عبدالسلام کے حوالہ سے لکھا ہے:

"تمام احکام شرع کا مقصد بندوں کی دنیاوی بہتری اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ نہ اسے فرمانبرداروں

---

[1] احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی: ۱: ۱۸۷ طبع مصر ۱۹۶۲ء

Marfat.com

کی اطاعت کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ گنہگاروں کا گناہ کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر موصوف نے ابن قیم الجوزیہ کے حوالہ سے تھوڑا سا آگے چل کر لکھا ہے:

"شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کی دنیاوی و اخروی فلاح و بہبود پر ہے اور شرع کل کی کل انصاف ہے، سراسر رحمت اور حکمت ہے، پس جس مسئلے میں انصاف کی بجائے ظلم ہو، رحمت کی بجائے زحمت ہو، فائدے کی بجائے نقصان ہو اور عقل کی بجائے بے عقلی ہو، وہ شریعت کا مسئلہ نہیں اگرچہ اسے بذریعہ تاویل شرع میں داخل کر لیا گیا ہو۔ پس شریعت خدا کے بندوں میں اس کا انصاف ہے اور اس کی مخلوق میں اس کی رحمت ہے۔ اسی سے زندگی ہے، غذا ہے اور دوا ہے، نور ہے، شفا ہے اور حفاظت ہے۔ زندگی کی ہر بھلائی شریعت سے وابستہ ہے اور زندگی کے ہر نقصان کا سبب ترکِ شریعت ہے۔ چنانچہ جو شریعت خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے وہ عالم کا ستون ہے اور دنیا و آخرت کے تمام حلقہ ہائے فلاح و بہبود کا مرکز ہے۔" [1]

مندرجہ بالا تصریحات اس بات کی متقاضی ہیں کہ احکام اسلام کا نفاذ تدریجاً ہی ہو ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور جلبِ منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے۔

## شریعت اور عادت و فطرتِ انسانی

عادت کا معنی ہے مایستقر فی النفس

---

[1] ڈاکٹر صبحی محمصانی: فلسفہ شریعتِ اسلام (مترجم): ۲۴۰ تا ۲۴۲ طبع مجلس ترقی ادب لاہور

Marfat.com

یعنی وہ چیز جو نفس میں قرار پکڑ جائے۔ یا "مایعود الیہ الانسان" وہ چیز جسے انسان بار بار کرے۔ متذکرہ مفہوم کے اعتبار سے انسان جب کسی اچھی یا بری چیز کا عادی بن جاتا ہے یا دوسرے لفظوں میں عرصہ دراز تک کسی عمل کو بار بار کرتا رہتا ہے تو وہ عمل اس کے نفس میں راسخ اور پختہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ عربی میں ایک مثل ہے۔ "فطام العادۃ اشد من فطام الرضاعۃ" یعنی جیسے بچے کو ماں کا دودھ پینے کی عادت چھوڑ دینا بھاری معلوم ہوتا ہے، انسان کو اپنی کسی عادت مستمرہ کو بدلنا اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے:

"رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اگر اچھی یا بری عادتوں میں سے کوئی عادت کسی میں راسخ ہو جائے تو اسی مقدار میں وہ دوسری عادت سے دور ہو جاتا ہے اور اسے وہ عادت اپنانے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی نیک و صالح شخص میں بھلائی والی عادتیں پہل کر جائیں اور ان کا ملکہ اس کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ برائی سے دور ہو جاتا ہے اور اسے برائی کی راہ اختیار کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے اسی طرح اگر شروع میں کسی کے نفس میں برائی بیٹھ جائے اور بری عادتیں پڑ جائیں تو اسے اچھی عادتیں بنانا دوبھر ہو جاتا ہے"۔[1]

---

[1] عبدالرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (مترجم)، ۱: ۳۳۷، ۳۳۸ طبع نفیس اکیڈمی۔

Marfat.com

اللہ تعالےٰ نے انسان کی مذکورہ فطرت کو سامنے رکھا اور اس کا لحاظ کرتے ہوئے جملہ احکام بیک وقت نہیں عائد کر دیے۔ بلکہ آہستہ آہستہ اور تھوڑے تھوڑے کر کے احکام نازل فرمائے تاکہ طبائع انسانی ان کو قبول کرتی جائیں۔ جس معاشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس کا شراب، جوے، قتل و غارت، حسب و نسب میں فخر، بے راہروی اور دیگر متعدد اخلاقی جرائم کا صدیوں سے عادی چلے آنا چنداں محتاج بیان نہیں۔ ایسے معاشرہ کو یک لخت بریک لگانا قرین مصلحت و موافق قیاس نہیں تھا۔ اس دانائے سبل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت و دانائی اور تدبر و حوصلہ سے اولاً ان کے ذہنوں میں انقلاب برپا کیا اور ان کے دلوں کی کایا پلٹ دی ہے

؎ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

جب اذہان و قلوب شرک، نفاق اور دیگر مفاسد سے پاک ہو گئے تو اب مسئلہ ہی حل ہو گیا۔

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله

واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب [1]

ترجمہ: سن لو! جسم میں خون کا ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ جب اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ وہ (خون کا لوتھڑا) دل ہے۔

اب آہستہ آہستہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام کا نفاذ بھی شروع

---

[1] ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ؛ مشکوٰۃ المصابیح؛ ۲۴۱ مطبوعہ کراچی۔

Marfat.com

فرما دیا۔ ایک حکم کو جب طبائع قبول کر لیتیں تو دوسرا حکم اور رجب وہ حکم راسخ ہو جاتا تب تیسرا علی ہذا القیاس پورے تئیس ۲۳ برس کے بعد اسلام کی تکمیل ہوئی اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

## نماز و روزہ میں تدریج

نماز و روزہ کئی تدریجی مراحل سے گزرنے کے بعد موجودہ صورت و ہیئت میں متشکل ہوئے ہیں۔ مثلاً شروع میں نماز کے اندر کلام کرنا، سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، چلنا، ادھر ادھر دیکھ لینا وغیرہ مباح تھا۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا یا رسول اللّٰہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا فقال ان فی الصلوٰۃ لشغلاً متفق علیہ [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے

---

[1] مشکوٰۃ شریف: ۹۰ مطبوعہ کراچی۔

Marfat.com

تھے جبکہ آپ نماز میں ہوتے اور آپ ہمیں نماز کے اندر ہی سلام کا جواب فرماتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس آئے اور نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ عدم جواب کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ نماز میں کلام سے (ذکر، تسبیح قرأۃ قرآن وغیرہ) مانع ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

کان الکلام فی بدء الاسلام جائزاً فی الصلوٰۃ ثم حرم[1]

ترجمہ: ابتدائے اسلام میں نماز کے اندر کلام کرنا جائز تھا بعد میں حرام قرار دیا گیا۔

علاوہ ازیں چھینک کا جواب دینے اور چلنے کی روایات بھی ملتی ہیں۔ اسی طرح روزہ کے متعلق مسند احمد میں معاذ بن جبل کی ایک روایت موجود ہے کہ روزہ میں تین تبدیلیاں ہوئیں اور وہ تین تبدیلیاں یہ ہیں کہ:

"رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزہ اور ایک روزہ یوم عاشورا یعنی دسویں محرم کا رکھتے تھے۔ سترہ مہینے آپ نے اسی حساب سے روزے رکھے۔"

پھر آیت:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے تم سے

---

[1] ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۳: ۵ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

Marfat.com

اگلوں پر تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔

سے رمضان المبارک کی فرضیت نازل ہو گئی تو حکم یہ تھا کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ روزہ رکھ لے یا فدیہ دیدے مگر روزہ رکھنا افضل اور بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت

مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرۃ : ۱۸۵)

ترجمہ: جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔

نازل فرمادی۔ اس آیت کریمہ نے تندرست وقوی کے لئے یہ اختیار ختم کر کے صرف روزہ رکھنا لازم کر دیا۔ مگر بہت بوڑھے آدمی کے لئے یہ حکم باقی رہا کہ وہ چاہے تو فدیہ ادا کر دے۔ یہ تو دو تبدیلیاں ہوئیں۔ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ شروع میں افطار کے بعد کھانے پینے اور اپنی خواہش پورا کرنے کی اجازت صرف اس وقت تک تھی جب تک آدمی سوئے نہیں، جب سو گیا تو دوسرا روزہ شروع ہو گیا، کھانا پینا وغیرہ ممنوع ہو گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے آیت:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ۔

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں کے ساتھ مشغول ہونا حلال کر دیا گیا۔

نازل فرما کر یہ آسانی عطا فرمادی کہ اگلے دن کی صبح صادق تک کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہیں: [1]

## حرمت شراب میں تدریج

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے قرآن کے اکثر

---

[1] احمد عبدالرحمن البنا، الفتح الربانی لترتیب مسند احمد، ۹: ۲۳۹ تا ۲۴۳ طبع مصر۔

Marfat.com

قوانین حالات کے اقتضاء کے مطابق تدریجاً اور اس بات کا لحاظ رکھ کر نازل ہوئے کہ عرب لوگ قدیم عادات کو ترک کرنے اور نئے احکام پر عمل پیرا ہونے کے لئے کہاں تک تیار ہیں۔ چنانچہ ہم تحریم شراب اور جوئے کے مسئلے میں دیکھتے ہیں کہ پہلے بطور نصیحت انہیں ان دونوں عادات قبیحہ سے نفرت دلائی گئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (البقرہ: ۲۱۹)

ترجمہ: لوگ آپؐ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا فائدہ بھی۔ لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

پھر نشے کو نماز کے وقت اس آیت سے حرام کیا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ (النساء: ۴۳)

ترجمہ: اے مومنو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ تاوقتیکہ تمہیں اتنا ہوش نہ آجائے کہ کیا کہہ رہے ہو۔

اس میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا باقی اوقات میں اجازت رہی۔ اس لیے کچھ حضرات اب بھی اوقاتِ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیتے رہے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اور شراب ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

Marfat.com

تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

ترجمہ: اے مومنو! بے شک شراب، جوا، بت، اور جوئے کے تیر گناہ اور کار شیطان ہے، لہٰذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پا سکو۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ شیطان چاہتا ہے۔ کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں عداوت و دشمنی پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم باز رہو گے؟

## زکوٰۃ کی تدریجی تکمیل

زکوٰۃ جیسے بنیادی اور اہم رکن اسلام کی تدریجی تکمیل کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"جس طرح عام نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی، اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب بھی ابتدائے اسلام ہی سے شروع ہوئی، لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا..... بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر طیار وغیرہ ہجرت کر کے حبشہ گئے ہیں اور نجاشی نے دربار میں بلا کر ان سے اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات دریافت کی ہیں اور حضرت جعفر نے اس کے جواب میں جو تقریر کی ہے، اس میں ہے" اور وہ پیغمبر ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم نماز پڑھیں روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں"۔ اس سے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ عام زکوٰۃ یا مالی خیرات کا آغاز اسلام کی ابتداء ہی میں ہو چکا تھا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم صرف نظریوں کا پیش کرنا نہ تھا بلکہ امّت کو عملاً اسلام کا تعلیمات پر کاربند بنانا تھا اس لئے حالات کے اقتضاء اور مناسبت کے ساتھ ساتھ تعلیمات کے تفصیلی اجزاء اور ان کے متعلقہ احکام کی تشریح آہستہ آہستہ تکمیل کو پہنچائی گئی۔۔۔۔۔ رمضان ۸ھ میں مکہ کی فتح نے تمام عرب کو ایک سررشتہ میں منسلک کر دیا اب وہ وقت آیا کہ اسلام اپنا خاص نظام قائم کرے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (توبہ: ۱۰۳)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کرو کہ اس کے ذریعہ سے تم ان کو پاک وصاف کر سکو گے۔

چنانچہ اس کے بعد نئے سال یعنی محرم ۹ھ میں زکوٰۃ کے تمام احکام و قوانین مرتب ہوئے، اس کی وصولی کے لئے تمام عرب میں محصلوں اور عاملوں کا تقرر ہوا اور باقاعدہ ایک بیت المال کی صورت پیدا ہوئی۔"[1]

## فرضیت جہاد میں تدریج

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہجرت سے قبل جہاد ممنوع تھا۔ کفار کے ساتھ صرف زبانی مجادلہ حسنہ، ابلاغ اور ان کی ایذاؤں پر صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم تھا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد اذنِ جہاد ہوا اور جہاد کے سلسلہ میں مختلف احکام پر مشتمل

---

[1] سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ۵: ۲۰۰ تا ۲۲۷ طبع ناشران قرآن اردو بازار لاہور ۱۳۹۵ھ۔

Marfat.com

آیاتِ کریمہ کا نزول ہوا۔[1] اس سلسلہ میں کتب تفسیر کے اندر تفاصیل موجود ہیں جن کی یہاں گنجائش بھی نہیں اور ضرورت بھی نہیں۔

المختصر متعدد فرائض و واجبات ہیں جو تدریجی مراحل سے گزرنے کے بعد مستقل طور پر فرض یا واجب ہوئے۔

## حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طریق انقلاب میں تدریج

ہندوستان کے مشہور و عالم دین اور معروف مفکر مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی ایک تالیف "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ چہارم میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کے طریق انقلاب کے سلسلہ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ یہ باب "مجلس معارف صوفیہ۔ لاہور" کی طرف سے ایک علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں بھی چھپ چکا ہے۔

موصوف جلال الدین اکبر کے دور میں حضرت مجدد صاحبؒ اور دیگر علماء حقہ کی ترویج دین کے سلسلہ میں مساعی جمیلہ کا مختصراً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"جہانگیر کی جانشینی عمل میں آئی تو عرصہ تک عہدِ اکبری کے رسوم و آئین جاری رہے۔ اسلام کی علانیہ مخالفت چھوڑ کر باقی وہی طور طریقے سلطنت میں رائج تھے اور اس وقت تک رائج رہے جب تک کہ جہانگیر کا خود میلان شرع محمدی کی تعظیم اور شعائر اسلام کے احترام کی طرف نہیں ہوا...

وہ جب تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اہلِ نظر نے سمجھ لیا کہ اب سلطنت کا رُخ

---

[1] ابوبکر جصاص: احکام القرآن: ۱: ۲۵۷ (تلخیص)

Marfat.com

بدلنے اور تدریجی طور پر اس کو راہ راست پر لانے کا وقت آگیا ہے۔

**صحیح طریق کار**

اس وقت حضرت مجددؒ اور ان سب حضرات کے لئے جو علم دین اور کمال باطن سے آراستہ، خود مشغول اور سیر فی اللہ کی دولت سے مالا مال اور دینی حمیت وغیرت کے نشہ سے سرشار تھے، اس صورت حال کے سامنے جو اس وقت قلمرو سلطنت پر سایہ فگن تھی، تین راستے تھے:

۱۔ سلطنت اور ملک کو اپنے حال پر چھوڑ کر اپنے لئے کسی ایسے گوشہ کا انتخاب جہاں اطمینان کے ساتھ یادِ خدا میں مشغول، طالبین کی تربیت اور ذکر و عبادت کی یکسوئی اور سرگرمی میسر آسکتی تھی....

۲۔ ہندوستان کی برائے نام مسلم سلطنت اور اس کے فرمانروا کو اسلام کا مخالف اور معاند سمجھ کر اس کی اصلاح سے یکسر مایوس ہو جانا، اس کے خلاف ایک دینی محاذ قائم کر لینا اور اسلام کا اس کو مستقل حریف اور مقابل سمجھ کر اس کی مستقل مخالفت اور اس کے خلاف صف آرائی اور اگر اس سے کام نہ چلے تو دینی حمیت، جہاد و سرفروشی کا جذبہ رکھنے والے اور موجودہ صورتحال سے بیزار، معتقدین و مریدین و رفقاء کو مجتمع کرنا اور کسی فوجی و سیاسی کاروائی کے ذریعہ سلطنت میں انقلاب لانا اور تخت سلطنت پر کسی زیادہ صالح اور دیندار شخص کو بٹھانے کی کوشش کرنا جو پوری سلطنت کا رُخ موڑ دے اور حالات میں یکسر تبدیلی ہو جائے۔

۳۔ ارکان سلطنت و امرائے دربار سے تعلقات پیدا کر کے اور جن سے پہلے تعلق ہے۔ اور وہ آپ کی ذات سے عقیدت اور آپ کے خلوص اور دِل سوزی پر

Marfat.com

پورا اعتماد رکھتے ہیں، ان میں دینی جذبہ اور حمیت ابھار کر اور ان کے دلوں کے خاکستر میں جو ایمانی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں ان کو فروزاں کر کے بادشاہ کو نیک مشورہ دینے پر آمادہ کرنا، اس کی رگِ اسلامیت کو جو اپنے با ایمان اسلاف و اجداد سے اس کو ورثہ میں ملی ہے جنبش میں لانا، اس کو اسلام کی حمایت، مسلمانوں کے مجروح دلوں کی چارہ سازی اور گزشتہ دَور کی تلافی پر آمادہ کرنا، خود ہر طرح کے جاہ و منصب سے بلکہ اس کے سایہ سے بھی دور رہنا مکمل زہد و استغناء کا ثبوت دینا، سلطنت کو اہل سلطنت اور مناصب و مراتب کو اہل مناصب و مراتب کے حوالہ کرنا . . . (پہلے دو نمبروں کا تجزیہ کرنے کے بعد کہ وہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ کے شایانِ شان اور مناسب موقعہ نہ تھے، مؤلف مذکور لکھتے ہیں)

اب مجدّد صاحب کے سامنے ایک ہی راستہ رہ جاتا تھا اور وہ یہی کہ ان ارکان سلطنت سے رابطہ قائم کریں جو بہر حال مسلمان تھے، حضرت مجدّد صاحبؒ کو اپنی گہری واقفیت اور خداداد ذہانت سے معلوم تھا کہ دور اکبری کے مخالف اسلام منصوبہ میں وہ شریک نہیں تھے، وہ اکبر کے بہت سے اقدامات کو ناپسند کرتے تھے، لیکن مجبور تھے، ان میں متعدد اسلام کی محبت اور دین کی حمیت سے بھی خالی نہ تھے . . . . ان میں حسب ذیل حضرات ممتاز تھے، نواب سید مرتضےٰ عرف شیخ فرید (م ۱۰۲۵ھ) خان اعظم مرزا (م ۱۰۳۳ھ) خان جہاں لودھی (م ۱۰۴۰ھ) صدر جہاں پہانوی (م ۱۰۲۷ھ)

Marfat.com

**ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد**

مجدّد صاحبؒ نے انہیں امرائے کبار اور ارکان سلطنت کو اپنا مخاطب بنایا، ان سے مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے۔۔۔ حقیقت میں یہی خطوط مجدّد صاحبؒ کی دعوت و تبلیغ کے قاصد، ان کے زخمی دل کے صحیح ترجمان، ان کے قطرات اشک اور ان کے لختہائے جگر ہیں اور دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ جو عظیم انقلاب رونما ہوا، اس میں ان کا بنیادی حصّہ اور سب سے بڑا دخل ہے۔۔۔

افسوس ہے کہ ان مکاتیب پر تاریخ کا اندراج نہیں ہے ورنہ حکمت دعوت اور تدریجی ارتقاء کے کئی اہم گوشے سامنے آتے اور معلوم ہوتا کہ آپؒ نے کس طرح اپنے مکتوب الیہ اور مکتوب الیہ نے کس طرح بادشاہ کو پھر بادشاہ نے کس طرح سلطنت کے رُخ کو حمایتِ اسلام کے راستہ پر ڈالا اور پچھلی حکومت کے اثرات کس طرح بتدریج مضمحل ہوئے اور ان کی جگہ اسلام دوستی اور اسلام شناسی نے لینا شروع کی۔[1]

## پاکستان اور شریعت کا نفاذ

جہاں تک پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور اجراء کا تعلق ہے۔ اس میں کسی بھی محبِ وطن اور مخلصِ قوم کو کلام نہیں۔ کیونکہ ہر پاکستانی جانتا ہے کہ یہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس کے حصول کا واحد مقصد یہی تھا دوسرے یہ کہ اس کی قیمت میں ہم

---

[1] سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مجدد الف ثانی کا اصلاحی انقلاب، ۷ تا ۱۷ طبع مجلس معارف کریم پارک لاہور سنہ ۱۹۸۲ء

Marfat.com

کو لاکھوں مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو دینی پڑی ہے۔ یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد بھی اگر ہم نے یہاں اپنا وہ آئین حیات ہی نافذ نہ کیا جس کے لئے اتنے پاپڑ بیل کر اور اتنی بھاری قیمت ادا کر کے یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا ہے تو ہم سے بڑھ کر زیاں کار کوئی نہ ہوگا۔ اسلامی دستور کے بجائے جمہوری لادینی دستور، اور اسلامی قانون کی جگہ تعزیرات ہند اور ضابطہ دیوانی ہی جاری کرنا تھا تو آخر ہندوستان کیا برا تھا کہ اتنے لڑائی جھگڑوں سے یہ پاکستان لیا جاتا اور اگر ہمارا مقصد اشتراکی پروگرام نافذ کرنا تھا تو یہ "کار خیر" بھی ہندوستان کی سوشلسٹ یا کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ مل کر انجام دیا جا سکتا تھا اس کے لیے بھی کوئی ضرورت نہ تھی کہ خواہ مخواہ اتنی جانفشانی اور اتنی بڑی قیمت پر پاکستان حاصل کرنے کی حماقت کی جاتی۔

دراصل ہم من حیث القوم اپنے آپ کو خدا، خلق خدا اور تاریخ کے سامنے آئین اسلامی کے نفاذ کے لئے پابند کر چکے ہیں۔ ہمارے لئے اب اپنے قول سے پھرنا ممکن نہیں رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں بہرحال ان ساری پیچیدگیوں کو حل کرنا ہی پڑے گا جو اس کام کی راہ میں حائل ہیں۔ جہاں تک اسلامی قانون کے نفاذ کی عملی مشکلات کا تعلق ہے ان سب کو دور کرنے کی تدبیریں کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اصلی اور بنیادی مشکل نہیں۔ اصل چیز مخلصانہ سعی اور مومنانہ جذبہ ہے۔

؎ دررہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

**تبدیلیٔ ذہن**

برصغیر پاک و ہند پر انگریز کے تسلط کے بعد یہاں کے اکثر مغربی تعلیم یافتہ لوگ (الا ماشاء اللہ) ذہناً بھی انگریز کے پیروکار بن کر رہ گئے کیونکہ

Marfat.com

الناس علی دین ملوکھم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ انگریز کی طویل غلامی نے ہماری اکثریت کو ذہناً بھی غلام بنا دیا اور یہ ہمیشہ سے مفتوح قوم کی عادت چلی آئی ہے:

ابن خلدون نے لکھا ہے:

"مفتوح قومیں فاتح قوم کا تمدن بڑی خوشی سے قبول کر لیتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان فاتح قوم کے کمالات کا اعتقاد رکھتا ہے اور مفتوح قوم نہ صرف جسمانی غلامی قبول کرتی ہے بلکہ ان کے ذہن بھی غلام بن جاتے ہیں کیونکہ مفتوح کی نگاہ میں فاتح کی عظمت سما جاتی ہے یا وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ فاتح میں کوئی غضب کا کمال ہے جس کی وجہ سے وہ حکومت کا مالک بن بیٹھا وہ اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے اس کی ہر ادا کو دل سے چاہنے لگتا ہے، اس کی ہر بات کا بصد شوق گرویدہ ہو جاتا ہے اور اس کی مشابہت اختیار کرنے لگتا ہے"۔[1]

یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کا ذہن آناً فاناً نہیں بن گیا تھا بلکہ یہ کیفیت ایک طویل محکومی کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ فطرتاً پیدا ہوتی چلی گئی تھی۔ اور یہی چیز انگریز کا مقصود تھی تاکہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری":

؎ بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

اب اس ذہن کو پھر سے واپس لانا اور اس میں تبدیلی اور ایک انقلاب پیدا کرنے

---

[1] عبدالرحمٰن بن خلدون: مقدمہ ابن خلدون (مترجم)، ۱: ۳۷۹ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔

Marfat.com

ہیں بھی کچھ وقت ضرور صرف ہوگا۔ بظاہر تو یہ تاخیر اسلامی قانون کے عدمِ نفاذ کا ایک بہانہ نظر آتی ہے مگر درحقیقت "دیر آید درست آید" کے مصداق ہوگا۔

مؤرخہ ۳ر جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار کے روزنامہ "جنگ" لاہور میں ایک فاضل مضمون نگار نے "اسلام کا نفاذ بتدریج ہونا چاہیے" کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے قوم کے ذہنی طور پر تیار ہونے کے سلسلہ میں خوب لکھا ہے۔ صاحب مضمون جناب محمد سعید صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں چنداں شک نہیں ہے کہ اسلام ایک انقلابی نظام ہے اور پہلے سے مروجہ نظام کو مکمل طور پر مٹا کر خود کو پورے طور پر کسی ملّت کے اندر نافذ کرتا ہے اور اگر اسلام کے علاوہ دوسرے کسی بھی نظام بالادستی کرنے کی

> اگر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاکستانی قوم صرف اِسلامی نظام کی طلب گار ہے تو دیکھنا یہ ہو گا کہ قوم ذہنی و نظریاتی طور پر تیار ہے،

کوئی انقلابی مثال پیش کی جائے تو یہی فطرتی قدر مشترک سامنے آئے گی کہ اس نظام کی خاطر قوم میں سابقہ غلط نظام کے خلاف ہمہ گیر انقلاب پیدا کرنے والے راہنما ایک طویل عرصہ تک آئندہ نافذ کئے جانے والے انقلابی نظام کے لئے قوم کو من حیث القوم ذہنی و نظریاتی و عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔ اس کٹھن اور جانگسل طویل نظریاتی تیاری کے عمل کے بغیر حقیقتاً کوئی قوم

Marfat.com

اپنے اندر نہ تو انقلابی صلاحیتیں پیدا کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی انقلابی دستور حیات سے کما حقہ انصاف کر سکتی ہے محض جذباتی و ہنگامی انگیخت پر اکٹھی کی جانے والی افرادی بھیڑ اس نظام کو عملاً نافذ نہیں کر سکتی جب تک پوری قوم کی بالعموم اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک ملگ گیر کوشش نہیں کی جاتی یہ کام نہیں ہو گا۔ یہی المیہ ہمارا سابقہ تحریک برائے نظام مصطفٰے تھا یہی المیہ موجودہ حکمران ٹولے کا ہے اور آئندہ بھی کسی عدم تیاری والی کیفیت میں یہی المیہ ہمیں قومی سطح پر درپیش ہو گا۔

اگر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاکستانی قوم صرف اسلامی نظام کی طلب گار ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ آیا واقعی ہماری قوم ذہنی و نظریاتی طور پر اس نظام کے لئے تیار ہے ..... ؟ چند نمایاں مثالیں لے لیجیے ..... ! یہ امر غالباً سبھی کے لئے متفقہ طور پر قابلِ قبول ہو گا کہ جب "قوم یا معاشرے" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تو اس میں ایک عام مزدور سے لے کر ملک کے سیاسی و مذہبی راہنما آجر و مزدور آقا و غلام امیر و غریب فوجی و غیر فوجی حکمران و رعایا سبھی افراد معاشرہ کی حیثیت سے اس قوم کے کل کے اجزاء ہوتے ہیں اور ایک نظامِ حکومت ان سبھی پر محیط ہوتا ہے بالخصوص قیادت کرنے والے لوگ قوم کے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں قوم سے پہلے قوم کے قائدین کو اپنی ذات و شخصیات کو مجوزہ نظام کے رنگ میں عملاً رنگنا ہوتا ہے اسلامی نظام فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کے بتستان وہم و گماں پر سب سے پہلے ضرب کاری لگاتا ہے اور ایک مرکز ایک امیر ایک حکم کو

Marfat.com

بنیاد بنا کر اور تمام مسلمان قوم کی تعمیر "مسلم" کی شناخت سے کرتا اور ملت واحدہ کی تشکیل کرتا ہے بتائیے کیا ہماری مذہبی و سیاسی قیادت اس عظیم الشان مرحلے کے لئے نظریاتی اعتبار سے تیار ہے کہ قوم کو مذہبی فرقہ پرستی اور سیاسی انتشار سے بچا کر ایک قوم اور ایک سیاسی نصب العین دے سکیں۔۔۔۔؟ اسلامی نظام تکریم آدمیت کو اولاً اہمیّت دیتے ہوئے فضیلت کا معیار تقوٰے مقرر کرتا ہے کیا قوم نظریاتی اعتبار سے اس قابل ہے کہ رنگ و نسل اور ذات برادری اور نسبی برتری کے گھمنڈ کے غیر اسلامی بت کو توڑ کر اپنے سے کم تر افراد کو عملاً سینے سے لگا لے اور اس طرح معاشرتی تقسیم کی نام نہاد حدود کا تصور ہی اپنے عمل سے بدل کر رکھ دیں۔ اسلام دولت کے ارتکاز کو جرم قرار دیتے ہوئے سرمایہ داروں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے مال میں سے محروم وسائل افراد معاشرہ کو ان کی نشوونما کے لئے مناسب دولت فراہم کرو اور اس کو وہ خیرات یا بھیک کی بجائے محروم لوگوں کا "حق" قرار دیتا ہے کیا آج ہمارا اہلِ ثروت طبقہ نظریاتی طور پر اس خدائی عمل کے لئے تیار ہے تاکہ اقتصادی اُونچ نیچ ختم ہو جائے اور مالک اور نوکر ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ سکیں۔۔۔۔؟

کوئی اس کے لئے تیار نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ وہ حضرت عمرؓ کی طرح بھیس بدل کر شہروں میں رات کو گشت کیا کرے اور قوم کے مسائل کو خود معلوم کرے اور ان کا تدارک کرے نہیں بلکہ اناج کی بوری اپنی پیٹھ پر لاد کر ضرورت مند کے دروازے تک پہنچائے اور پھر احسان جتانے کی بجائے یہ کہے کہ قوم کے خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے اور ببانگ

Marfat.com

دہل اعلان کرے کہ اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوک کی وجہ سے مر گیا تو عمرؓ سے اس کی باز پرس ہو گی اسلامی نظام حکم دیتا ہے کہ اسلامی عساکر (مملکت اسلامیہ کی فوج کا ایک سپہ سالار عام مجاہد کے ساتھ ایک چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھائے۔ اسلامی نظام کے "بیک جنبش قلم نفاذ" کے بعد اس چیز کی کیا ضمانت ہے کہ ہماری مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین اسلامی احکامات کے خلاف احتجاجاً سڑکوں پر نہیں نکل آئیں گی اور دل کی گہرائیوں سے خود کو صرف ان حدود کا پابند کر لیں گی جو اسلامی نظام ان کے دائرہ عمل کے لئے متعین کرے گا...؟ اسلامی نظام ہر تندرست مرد کو سپاہیانہ زندگی اختیار کرنے اور دین اسلام کے تسلّط و غلبہ کے لئے جنگ کا حکم دیتا ہے کیا ہماری آج کی تن آسان نوجوان نسل بندوق اٹھا کر میدان کارزار کی طرف کوچ کرنے کا عزم رکھتی ہے....؟ اور کیا ہماری مساجد کے ائمہ کرام پسند کریں گے کہ وہ بھی فوجی زندگی اختیار کر لیں اور خود کو مسجد کے محراب میں اسی وقت قوم کی امامت کے اہل تصور کریں جب وہ جنگی مورچے میں بھی قوم کی امامت و قیادت کے فرائض انجام دے رہے ہوں....؟ اب فرمائیے محض اعلان کر کے اسلام نافذ کر دینے سے آپ پوری قوم کے فکر و عمل میں اتنی زبردست اور انقلابی تبدیلی پیدا کر لیں گے....؟ یقیناً نہیں قطعاً نہیں....؟ یہی وہ تلخ ترین حقائق ہیں جو اسلام کے تدریجی نفاذ کے حق میں بجائے خود وزن کے حامل دلائل ہیں اور قیادت کو مجبور کرتے رہیں گے کہ اسلام اس تدریجی انداز سے نافذ کیا جائے کہ جس سے ساتھ ہی ساتھ قوم کی ذہنی تربیت بھی ہوتی رہے افراد مملکت میں نظریاتی

Marfat.com

استحکام پیدا ہوا ور بالآخر ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ کم سے کم جبر و اکراہ سے کام لیا جائے اور قوم کا اکثریتی حصہ بطیب رضا اس نظام کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرلے اس کی عامل بن جائے اور پھر اس کے غلبے و فروغ کے لئے میدان عمل میں اس طرح اترے کہ " یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا قرن اول کا سماں پیدا ہو جائے ۔ اب آج کے دور میں اسلامی نظام کے تدریجی نفاذ کے حق میں ہمیں اس دَور کا بھی کچھ مطالعہ کرنا ہوگا جب سب سے پہلے ریگزار عرب میں اسلام ابرِ رحمت بن کر آیا اور نہ صرف عربوں کو ہی نہال کر دیا بلکہ قیصر و کسریٰ کی قدیم تہذیبوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا اور افریقہ کے تیرہ و تاریک براعظموں کو اسی کے نور سے روشن کر دیا جب راہنمائے انقلاب اسلامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کر کے انسانیت کی اصلاح کی عظیم ذمہ داری سونپی گئی اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی بعد کے تیس برسوں میں ہی عربستان پر مشتمل ایک مثالی آئیڈیل اسلامی حکومت قائم ہوئی جو ہر دَور میں ہمارے لئے قابلِ تقلید ثابت ہو سکتی ہے یہاں یہ غور طلب نقطہ ہے کہ مکی زندگی کے تیرہ برسوں میں وہ نتائج پیدا نہیں ہوئے تھے جو بعد کے مدنی زندگی کے دس سالوں نے زبردست انداز میں پیدا کر دکھائے مکی زندگی کے تیرہ خاموش برس ہی عرب کے اندر اسلامی تحریک کی بنیاد تھے یہ صبر آزما اور کٹھن عرصہ تھا مگر بے حد اہمیت کا حامل انہی تیرہ برسوں میں قوم کے بہترین بمشکل دو صد افراد بتدریج اسلامی انقلاب اور اسلامی نفاذ کے لئے نظریاتی اعتبار سے کٹھن طریقے سے تیار کئے گئے جو صحیح

Marfat.com

معنوں میں اسلام کے شاہکار تھے اور جب تحریک اسلامی کا ہیڈ کوارٹر نامساعد حالات کی وجہ سے مکہ سے مدینہ منتقل ہوا تو ان دو صد افراد کے ساتھ مل کر آنحضورؐ نے اولین اسلامی ریاست یعنی اسلامی معاشرہ تشکیل دیا اور جب ان نظریاتی اعتبار سے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھوں ایسا آئین عملی طور پر ایک خطہ زمین میں نافذ ہوا۔ جس کو انہوں نے علیٰ وجہ البصیرت دل و دماغ کی گہرائیوں سے قبول کیا تھا تو پھر اس کے شاندار نتائج جب محسوس حقیقت کے پیکر میں ڈھل کر لوگوں کے سامنے آئے اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کے انقلابی ثمرات کو دیکھا تو وہ جوق در جوق لاکھوں کی تعداد میں اس کی آغوش میں پناہ لینے کو آگے بڑھے بالکل اس طرح انسانی فطرت و نفسیات کے عین مطابق قرآن بھی تھوڑا تھوڑا بتدریج نازل ہوتا رہا اور تیس برس کے طویل عرصہ میں اس آئین مملکت کے تیس ابواب اپنی تکمیل کو پہنچے ایک مشہور روایت ہے کہ جس عرصہ میں حضورؐ اپنے جانثار ساتھیوں کی نظریاتی تربیت میں مصروف تھے ایک دفعہ آپ صحابہؓ کو قرآنی تعلیمات ذہن نشین کرا رہے تھے کہ اچانک عمر فاروقؓ وہاں آپہنچے اور حضورؐ نے اس بناء پر خاموشی اختیار کر لی کہ حضرت عمرؓ کا ذہن ابھی ان حقائق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جس مقام پر دوسرے صحابہؓ نظریاتی اعتبار سے پہنچ چکے تھے کیونکہ حضرت عمر ابھی اسلام کے حلقے میں نووارد تھے ایک ایک فرد معاشرہ کی نظریاتی تیاری کا یہ وہی تدریجی طریق نبویؐ ہے جو آج بھی اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں ہمارے لئے راہِ عمل متعین کرتا ہے سابقہ قوانین کی موجودگی کے اس عبوری دور میں دراصل ہمارے

Marfat.com

لئے وہ وقفہ ہے جس کے دوران ہم پوری قوم کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ذہنی و نظریاتی اعتبار سے تیار کر سکتے ہیں ایسے عرصے میں ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ افراد مملکت کے قلوب و اذہان کے اندر فکری انقلاب پیدا کیا جائے۔ اور انہیں اسلام کی مخالف قوتوں کو شکست دینے کے لئے تیار کیا جائے لیکن یہ سب کچھ ایک جست میں نہیں ہوگا اس کے لئے کئی سال درکار ہوں گے اور سخت محنت کرنا ہوگی۔"

## منہاجِ نبوّت

"کسی نظام کے نفاذ کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک طریقہ انقلاب (REVOLUTION) کا ہے اور دوسرا ارتقاء (EVOLUTION) کا ہے۔ اول الذکر طریقے میں تبدیلی فوری آتی ہے لیکن اس کے اثرات بھی عارضی اور سطحی ہوتے ہیں جبکہ مؤخر الذکر طریقے یعنی ارتقائی طریقے میں تبدیلی آہستہ آہستہ آتی ہے لیکن اس کے اثرات پائیدار اور دور رس ہوتے ہیں کیونکہ کسی قوم کے باطن کا بدل جانا کھیل نہیں ہوتا۔ انقلابی طریقے میں خوں ریزی ہوتی ہے اور ارتقائی طریقہ پر امن تبدیلی کا طریقہ ہے۔ انقلاب میں عمل کے ساتھ شدید قسم کے رد عمل کا بھی امکان ہوتا ہے جبکہ ارتقائی طریقہ میں اس کا امکان کم ہے۔"

منہاجِ نبوّت ارتقائی ہے انقلابی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یک بیک شراب حرام نہیں کر دی گئی بلکہ شراب کی حرمت تدریجی مراحل میں ہوئی اسی طرح سود کی حرمت میں بھی تدریج کا طرز اختیار کیا گیا اسی طرح غلامی کو بھی تدریجاً ہی ختم کیا گیا۔ لہذا پاکستان

Marfat.com

ہیں بھی اسلامی نظام کو تدریجاً ہی ناقد کرنا مفید ثابت ہو سکتا ہے"[1]

دوسرے سنت نبوی ہی انجام کے اعتبار سے بہتر اور باعثِ خیر و برکت ہے۔ مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک دفعہ عید کے موقعہ پر مروان بن الحکم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز عید سے قبل خطبہ کی طرف کھینچنے لگا۔ آپ اسے سنت نبوی کے مطابق پہلے نماز اور بعد میں خطبہ کا ارشاد فرماتے رہے۔ وہ کہنے لگا اب وہ چیز (طریقہ نبوی) متروک ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ لا تأتون بخیر مما اُعلم ثلث مرار ثم انصرف"[2]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم کبھی اس کام سے بہتر نہیں کر سکتے جس کو میں جانتا ہوں (یعنی سنتِ نبوی سے۔) تین مرتبہ کہہ کر واپس ہو گئے۔

## تدریجی نفاذ ہی قرینِ مصلحت ہے

بحمد اللہ پاکستان میں لوگوں کا ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو اب بھی اسلام کو ایک زندہ جاوید اور قابلِ عمل نظام کے طور پر تسلیم کرتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ اس ملک میں اسلامی شریعت اپنی تمام تر برکات کے

---

[1] سید محمد متین ہاشمی: اسلامی نظام عدل کا نفاذ: ۳۲ طبع دیال سنگھ لائبریری لاہور

[2] مشکوٰۃ المصابیح: ۱۲۷ مطبوعہ کراچی

Marfat.com

ساتھ آئے۔ اس طبقے کو دین کے ساتھ دلی لگاؤ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے اسلامی نظام یا نظام مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا نعرہ لگا کر اسے دعوت عمل دی وہ میدان میں اُتر آیا اور اپنے خون سے ایسی تاریخ لکھ دی جسے وقت و زمانے کا کوئی انقلاب کچلا سکتا ہے نہ مٹا سکتا ہے۔ اس طبقے کے خلوص پر ذرّہ برابر شک نہیں کیا جا سکتا۔ شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ والہانہ محبت ہی کا اثر ہے کہ یہ طبقہ چاہتا ہے کہ چشم زدن میں اسلامی نظام انقلابی اقدامات کے ذریعے نافذ کر دیا جائے یہ بڑی مقدس آرزو اور مبارک خواہش ہے لیکن اس موقعہ پر جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ طریق کار پُرخطر بھی ہے کیونکہ ایسے وقت میں جبکہ ٹرین ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی ہو اگر فوراً بریک لگا دی جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ٹرین کھڑی ہو جائے اور اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ٹرین ہی اُلٹ جائے۔

من کل الوجوہ فوری نفاذ اسلام سے جدید اور مغرب زدہ ذہنوں کا بدک جانا عین ممکن ہے لہٰذا بہتری اور مصلحت اسی چیز میں ہے کہ تدریجی عمل سے نفاذ کیا جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

"عن انس ان رجلا قال للنبی صلّی اللہ علیہ وسلم اوصنی فقال خذ الامر بالتدبیر فان رأیت فی عاقبتہ خیرًا فامضہ وان خفت غیا فامسک

Marfat.com

(رواہ فی شرح السنۃ [1]

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہر معاملہ میں خوب غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لے۔ اگر تو اس کا انجام بہتر خیال کرے تو اسے کر گزر اور اگر اس کا انجام غلط ہو تو اس سے رُک جا۔

## بعض علماء کی رائے

مجلہ "چراغ راہ" کراچی کے "اسلامی قانون نمبر" جلد دوم میں ایک سوالنامہ ہے جو بعض علماء کو بھیجا گیا تھا۔ اس سوالنامہ میں ایک سوال ہماری بحث سے متعلق ہے وہ سوال یہ تھا۔

"پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے کیا اقدامات ضروری ہیں؟"

اس سوال کا جواب ملک کے مختلف علماء اور مفکرین نے اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق مختلف لکھا ہے۔ ذیل میں ملک کے دو مشہور مفکرین اور علماء کی رائے پیش کی جاتی ہے۔

## مفتی محمد شفیع۔ کراچی

قانون کی تدوین کے بعد تنفیذ کا کام ایک عملی کام رہ جاتا ہے جو صورت موجودہ حکومتوں میں ان کے اپنے بنائے ہوئے قانون کی تنفیذ کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ وہی اسلامی قانون کے لئے بھی ہو سکتی ہے البتہ موجودہ دور کا ضابطہ کاروائی اور تنفیذ

---

[1] مشکوٰۃ شریف: ۴۳۰ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۹ھ

Marfat.com

قانون کے طریقے خود بھی نہایت ناقص اور طولانی ہیں جن میں تکلیف بھی زیادہ ہے، خرچ بھی اور حیل سازی کے راستے بھی۔ اس لیے ان کو بھی تدریجاً اس سادگی کی طرف لانا ہے جو اسلامی قانون کے خصائص میں سے ہے۔[1]

**مولانا مودودی**

"اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس غلط فہمی کو دور کر دوں جو اسلامی قانون کے اجراء کے متعلق کثرت سے لوگوں کے ذہن میں پائی جاتی ہے۔ لوگ جب سنتے ہیں کہ ہم یہاں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس حکومت میں ملک کا قانون اسلامی قانون ہوگا تو انہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید نظامِ حکومت کے تغیر کا اعلان ہوتے ہی تمام پچھلے قوانین یک لخت منسوخ ہو جائیں گے اور اسلامی قانون بیک وقت نافذ کر دیا جائے گا۔ یہ غلط فہمی صرف عام لوگوں ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اچھے خاصے مذہبی طبقے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک ایسا ہونا چاہیئے کہ ادھر اسلامی حکومت قائم ہو اور ادھر فوراً ہی غیر اسلامی قوانین کا نفاذ بند اور اسلامی قانون کا نفاذ شروع ہو جائے۔ درحقیقت یہ لوگ اس بات کو بالکل نہیں سمجھتے کہ ایک ملک کا قانون اس کے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ جب تک کسی ملک کا نظامِ زندگی اپنے سارے شعبوں کے ساتھ نہ بدلے اس کے قانونی

---

[1] چراغ راہ اسلامی قانون نمبر جلد دوم ۲۷۳۱۔

Marfat.com

نظام کا بدل جانا ممکن نہیں ہے۔ انہیں اس کا بھی اندازہ نہیں ہے کہ پچھلے سوڈیڑھ سو برس سے ہم پر جو انگریزی اقتدار مسلّط رہا ہے اس نے کس طرح ہماری زندگی کے پورے نظام کو اسلامی اصولوں سے ہٹا کر غیر اسلامی اصولوں پر چلا دیا ہے اور اب اسے پھر بدل کر دوسری بنیادوں پر قائم کرنا کتنی محنت، کتنی کوشش اور کتنا وقت چاہتا ہے۔ یہ لوگ عملی مسائل میں بصیرت نہیں رکھتے، اس لئے اجتماعی نظام کی بصیرت ایک کھیل سمجھتے ہیں اور ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا خواب دیکھتے ہیں۔ پھر ان کی یہی باتیں ان لوگوں کو جو اسلامی نظام سے فرار کی راہیں ڈھونڈ رہے ہیں یہ موقع دے دیتی ہیں کہ وہ اس تخیل کا مذاق اڑائیں اور اس کے حامیوں کا استخفاف کریں۔

## تدریج کا اصول

اگر ہم فی الواقع اپنے اس تخیل کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں فطرت کے اس اٹل قاعدے سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ اجتماعی زندگی میں جتنے تغیرات بھی ہوتے ہیں بتدریج ہی ہوا کرتے ہیں انقلاب جتنا اچانک اور جس قدر یک رُخا ہوگا اتنا ہی وہ ناپائیدار ہوگا۔ ایک مستحکم اور پائندہ انقلاب کے لئے یہ بالکل ضروری ہے کہ وہ زندگی کی ہر جہت اور ہر پہلو میں پورے توازن کے ساتھ کارفرما ہو تاکہ اس کا ہر گوشہ دوسرے گوشہ کو سہارا دے سکے۔

## عہد نبویؐ کی مثال

اس کی بہترین مثال خود وہ انقلاب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں برپا کیا تھا۔ جو شخص حضورؐ کے کارنامے سے تھوڑی سی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ

Marfat.com

آپ نے پورا اسلامی قانون اس کے سارے شعبوں کے ساتھ بیک وقت نافذ نہیں کر دیا تھا بلکہ معاشرے کو بتدریج اس کے لئے تیار کیا تھا اور اس تیاری کے ساتھ آہستہ آہستہ سابق جاہلیت کے طریقوں اور قاعدوں کو بدل کر نئے اسلامی طریقے اور قاعدے جاری کئے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام کے بنیادی تصورات اور اخلاقی اصول لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ پھر جو لوگ اس دعوت کو قبول کرتے گئے انہیں آپ تربیت دے کر ایک ایسا مصلح گروہ تیار کرتے چلے گئے جس کا ذہن اور زاویۂ نظر اور طرزِ عمل خالص اسلامی تھا۔ جب یہ کام ایک خاص حد تک پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو آپ نے دوسرا قدم اٹھایا۔ اور وہ یہ تھا کہ مدینے میں ایک ایسی حکومت قائم کر دی جو خالص اسلامی نظریہ پر مبنی تھی اور جس کا مقصد ہی یہ تھا کہ ملک کی زندگی کو اسلام کے نقشے پر ڈھال دے۔ اس طرح سیاسی طاقت اور ملکی ذرائع کو ہاتھ میں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیع پیمانے پر اصلاح و تعمیر کا وہ کام شروع کیا جس کے لئے آپ پہلے صرف دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے کوشش فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک مرتب اور منظم طریقے سے لوگوں کے اخلاق، معاشرت، تمدن اور معیشت کو بدلنے کی جدوجہد کی تعلیم کا ایک نیا نظام قائم کیا، جو اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے زیادہ تر زبانی تلقین کے طریقے پر تھا۔ جاہلیت کے خیالات کی جگہ اسلامی طرزِ فکر کی اشاعت کی۔ پرانی رسموں اور طور طریقوں کی جگہ نئے اصلاح یافتہ رواج اور آداب و اطوار جاری کئے اور

Marfat.com

اس ہمہ گیر اصلاح کے ذریعے سے جوں جوں زندگی کے مختلف گوشوں میں انقلاب رونما ہوتا گیا، آپ اسی کے مطابق پورے توازن اور تناسب کے ساتھ اسلامی قانون کے احکام جاری کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ۹ سال کے اندر ایک طرف اسلامی زندگی کی تعمیر مکمل ہوئی اور دوسری طرف پورا اسلامی قانون ملک میں نافذ ہو گیا۔

قرآن اور حدیث کے غائر مطالعے سے ہمیں واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے یہ کام کس ترتیب و تدریج کے ساتھ کیا تھا۔ وراثت کا قانون ۳ھ ہجری میں جاری کیا گیا۔ نکاح و طلاق کے قوانین رفتہ رفتہ ۷ھ ہجری میں جا کر مکمل ہوئے۔ فوجداری قوانین کئی سال تک ایک ایک دفعہ کر کے نافذ کئے جاتے رہے یہاں تک کہ ۸ھ میں ان کی تکمیل ہوئی۔ شراب کی بندش کے لئے بتدریج فضا تیار کی گئی اور ۸ھ ہجری میں اس کا قطعی انسداد کر دیا گیا بلکہ ملک کے پورے معاشی نظام کو بدل کر جب نئے سانچوں میں ڈھال لیا گیا تب کہیں ۹ھ ہجری میں سود کی قطعی حرمت کا قانون جاری کیا گیا۔ یہ کام بالکل ایک معمار کا سا کام تھا جس نے اپنے پیشِ نظر نقشے کی عمارت بنانے کے لیے کاریگر اور مزدور جمع کئے، ذرائع و وسائل مہیا کئے، زمین ہموار کی بنیادیں کھودیں، پھر ایک ایک اینٹ رکھ کر ہر جہت سے عمارت کو اٹھاتا ہوا اوپر تک لے گیا اور

Marfat.com

چند سال کی مسلسل محنت کے بعد آخر کار وہ عمارت مکمل کر دی جس کا خاکہ اس کے ذہن میں تھا۔

## انگریزی دَور کی مثال

قریب کے زمانہ میں خود ہمارے ملک پر جب انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تھی تو کیا انہوں نے یک لخت یہاں کا سارا نظام بدل ڈالا تھا؟ نہیں۔ ان کی حکومت سے پہلے چھ سات سو برس سے یہاں کا پورا نظامِ زندگی اسلامی فقہ پر چل رہا تھا۔ اس صدیوں کی جمی ہوئی عمارت کو ڈھا دینا اور مغربی اصول و نظریات کے مطابق ایک دوسرے نظام کی عمارت کھڑی کر دینا ایک دن کا کام نہ تھا۔ تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی اقتدار قائم ہونے کے بعد بھی ایک مدّت تک ہندوستان میں اسلامی فقہ ہی رائج رہی۔ عدالتوں میں قاضی ہی انصاف کے لئے بیٹھتے تھے اور اسلام کا قانون صرف پرسنل لاء کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ ذہنی ہلکی قانون بھی تھا۔ انگریزوں کو یہاں کا قانونی نظام بدلتے بدلتے ایک صدی لگ گئی۔ انہوں نے بتدریج یہاں کا نظام بدل کر اپنے مطلب کے آدمی ڈھالے، اپنے خیالات کی اشاعت سے ذہنیتیں بدلیں، اپنے اقتدار کے اثر سے لوگوں کے اخلاق بدلے، اپنی بالادستی کے زور سے معاشی نظام بدلا۔ اور پھر جیسے جیسے یہ مختلف قسم کے ہمہ گیر اثرات یہاں کی اجتماعی زندگی کو بدلتے گئے اسی کے مطابق نئے قوانین جاری ہوتے چلے گئے۔

Marfat.com

**تدریج ناگزیر ہے**

اب اگر ہم یہاں پھر اسلامی قانون جاری کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے بھی انگریزی حکومت کے صد سالہ نقوش کو کھرچ دینا اور نئے نقوش ثبت کر دینا محض ایک جنبش قلم سے ممکن نہیں ہے۔ ہمارا پرانا نظام تعلیم زندگی اور اس کے عملی مسائل سے ایک مدّت دراز تک بے تعلق رہنے کے باعث اس قدر بے جان ہو چکا ہے کہ اس کے فارغ التحصیل لوگوں میں ایک فی ہزار کے اوسط سے بھی ایسے آدمی نہیں نکل سکتے جو ایک جدید ترقی یافتہ ریاست کے جج اور مجسٹریٹ بنائے جا سکیں۔ دوسری طرف موجودہ نظام تعلیم نے جو آدمی تیار کئے ہیں وہ اس اور اس کے قوانین سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان میں ایسے بھی خال خال ہی پائے جاتے ہیں جن کی ذہنیت ہی کم از کم اس تعلیم کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہ گئی ہو۔ پھر سو ڈیڑھ سو برس تک معطل رہنے کی وجہ سے ہمارا قانونی ذخیرہ بھی زمانے کی رفتار سے اچھا خاصا پیچھے رہ گیا ہے اور اسے موجودہ دور کی عدالتی ضروریات کے لئے کارآمد بنانا کافی محنت چاہتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک طویل مدت تک اسلامی اثر سے آزاد اور انگریزی حکومت کے تابع رہتے رہتے ہمارے اخلاق، تمدّن، معاشرت، معیشت اور سیاست کا نقشہ اصل اسلامی نقشے سے بہت مختلف ہو چکا ہے۔ اس حالت میں ملک کے قانونی نظام کو یک لخت بدل دینا ـــــ اگر ایسا کرنا ممکن بھی ہو ـــــ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس صورت میں زندگی کا نظام اور قانونی نظام دونوں ایک دوسرے سے بیگانہ بلکہ باہم متصادم ہونگے۔ اور ایسے قانونی تغیر کا وہی حشر

Marfat.com

ہو گا جو ایک پودے کو ایسی آب ہوا اور ایسی زمین میں لگا دینے سے ہوا کرتا ہے جو اس کے مزاج سے کوئی مناسبت نہ رکھتی ہو۔ لہٰذا یہ بالکل ناگزیر ہے کہ جس اصلاح و تغیر کے ہم طالب ہیں وہ تدریج کے ساتھ ہو اور قانونی تبدیلیاں اخلاق تعلیم، معاشرت، تمدن، معیشت اور سیاست کی تبدیلیوں کے ساتھ متوازن طریقہ سے کی جائیں۔

**ایک غلط بہانہ**

لیکن تدریج کے اس معقول اور بجائے خود بالکل صحیح اصول کو بہانہ بنا کر جو لوگ اس بات کے حق میں استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سر دست تو یہاں ایک غیر دینی — بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ایک بے دین ریاست ہی قائم ہونی چاہیے۔ پھر جب اسلامی ماحول تیار ہو جائیگا تو وہ اسلامی ریاست بھی قائم ہو جائے گی جو اسلامی قانون جاری کر سکے، وہ سراسر ایک نامعقول بات کہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ ماحول تیار کون کریگا؟ ایک بے دین ریاست جس کی باگیں فرنگیت زدہ حکام اور لیڈروں کے ہاتھ میں ہوں؟ کیا وہ معمار جو صرف مے خانہ و جم خانہ ہی کی تعمیر جانتے اور اسی سے دلچسپی بھی رکھتے ہیں ایک مسجد تعمیر کرنے کا سامان کریں گے؟ اگر ان لوگوں کا یہی مطلب ہے تو انسانی تاریخ میں یہ پہلا اور بالکل نرالا تجربہ ہو گا کہ بے دینی خود دین کو پروان چڑھا کر اپنی جگہ لینے کے لئے تیار کرے گی! اور اگر ان کا مطلب کچھ اور ہے تو وہ ذرا اس کی صاف صاف توضیح فرمائیں کہ اسلامی اصول کی تیاری کا کام کون، کس طاقت اور کن ذرائع سے کرے گا اور اس دوران میں بے دین ریاست اپنے ذرائع اور اقتدار کو کس چیز کی تعمیر و ترقی میں صرف کرتی رہیگی۔

Marfat.com

ابھی ابھی تدریج کا اصول ثابت کرنے کے لئے جو مثالیں میں نے پیش کی ہیں انہیں اگر آپ ایک مرتبہ پھر اپنے ذہن میں تازہ کرلیں تو آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی نظام زندگی کی تعمیر ہو یا غیر اسلامی نظام زندگی کی۔ اگرچہ وہ ہوتی تو بتدریج ہی ہے۔ لیکن تدریجاً اس کی تعمیر صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ ایک معمار طاقت اپنے سامنے ایک مقصد اور ایک نقشہ رکھ کر مسلسل اس کے لئے کام کرے۔ صدر اوّل میں جو اسلامی انقلاب ہوا تھا اسی طرح ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں اس کے لئے موزوں آدمی تیار کئے، تعلیم و تبلیغ کے ذریعے سے لوگوں کے خیالات بدلے، حکومت کے پورے نظم و نسق کو معاشرے کی اصلاح اور ایک نئے تمدن کی تخلیق کے لئے استعمال کیا اور اس طرح وہ ماحول بنا جس میں اسلامی قانون جاری ہوسکا۔ ماضی قریب میں انگریزوں نے ہندوستان کے نظامِ زندگی میں جو تغیرات کئے وہ بھی تو اسی طرح ہوئے کہ زمامِ کار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اس تغیر کے خواہش مند تھے اور اس کے لئے کام کرنا جانتے تھے انہوں نے ایک مقصد اور ایک نقشے کو نگاہ میں رکھ کر پیہم اس تغیر کے لئے کوشش کی اور آخرکار یہاں کے پورے نظامِ زندگی کو اس سانچے میں ڈھال کر ہی چھوڑا جو ان کے اصول و قوانین سے مناسبت رکھتا تھا۔ پھر کیا اب ہماری پیشِ نظر تعمیر اس معمار طاقت کے بغیر ہوجائے گی، یا ایسے معماروں کے ہاتھوں ہوسکے گی جو اس نقشے پر تعمیر کا کام نہ

Marfat.com

جانتے ہوں اور نہ چاہتے ہوں [1]

من وعن یہی عبارت مولانا موصوف کے ایک علیحدہ مستقل پمفلٹ "اسلامی قانون اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر" میں بھی ملتی ہے [2]

# ایک اشکال اور اس کا جواب

فی الوقت شریعتِ اسلامیہ کے تدریجی نفاذ کے سلسلہ میں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ دورِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں احکامِ شرع کا تدریجاً نزول اور نفاذ تو ٹھیک ہے کیونکہ اس وقت نئے سرے سے اسلام نازل ہو رہا تھا اور ایک غیر مسلم معاشرہ تھا نو مسلموں کو اسلام میں پختہ کرنے کے لئے یہ چیز ضروری تھی اب جبکہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور ہمارا معاشرہ بھی اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے تو پھر تدریجی نفاذ کا کیا معنی؟

بندہ کے نزدیک . . . . . قرآن اور دیگر احکامِ شرع کا تدریجاً نازل ہونا نزولِ اوّلی یا معاشرہ کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بندوں کی آسانی، سہولت، منفعت، عدم حر اور عدم مضرت مقصود ہے۔

---

[1] چراغ راہ اسلامی قانون نمبر جلد دوم صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۷۔

[2] مولانا مودودی: اسلامی قانون: ۳۲ تا ۳۷ مطبوعہ مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ لاہور۔

Marfat.com

یارب توکریمی ورسول توکریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

سورۂ بقرہ میں احکام صیام کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری۔

بظاہر یہ آیت کریمہ روزوں کے سلسلہ کی ایک خاص کڑی ہے مگر درحقیقت اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے:

الوجہ عموم اللفظ فی جمیع امور الدین [1]

ترجمہ: تمام امور دینیہ میں ان الفاظ کا اعتبار ہے۔

ابوبکر جصاص نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا ہے:

"ھذہ الاٰیۃ اصل فی ان کل مایضر بالانسان ویجھدہ و یجلب لہٗ مرضا او یزید فی مرضہ انہٗ غیر مکلف بہ لان ذالک خلاف الیسر. . . . . ویدل علی ان سائر الفروض والنوافل انما امر بفعلھا او ابیحت لہٗ علی شریطۃ نفی العسر والمشقۃ الشدیدۃ۔" [2]

ترجمہ: یہ آیت کریمہ اس بات میں اصل ہے کہ ہر وہ حکم جو باعثِ مضرّت ہو یا باعث تکلیف ہو یا جس سے مرض ہونے یا مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو انسان اس

---

[1] ابوعبداللہ القرطبی: الجامع الاحکام القرآن: ۲: ۳۰۱ مطبوعہ مصر ۱۳۸۷ھ — ۱۹۶۷ء

[2] ابوبکر جصاص: احکام القرآن: ۱: ۲۲۳۔

Marfat.com

کا مکلف نہیں ہے کیونکہ وہ آسانی کے خلاف ہے (جو شریعت کی روح ہے) یہ آیت اس چیز پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جملہ فرائض ونوافل جن کا حکم دیا گیا ہے یا جو مباح کئے گئے ہیں ان میں یہ شرط ہے کہ تنگی اور سخت قسم کی مشقت نہ ہو۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا [1]

ترجمہ: آسانی پیدا کرو اور دشواری نہ پیدا کرو، خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔

ایک حدیث میں ہے:

الدین یسر واحب الدین عند اللہ الحنیفیۃ السمحۃ [2]

ترجمہ: دین آسان ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دین وہ ہے جو سیدھا اور آسان ہو۔

ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم لوگ (الا ماشاء اللہ) دین اسلام سے

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری: الجامع الصحیح: ۱: ۱۶ طبع دہلی۔

[2] بخاری بمع عینی: ۱: ۲۳۴: ۲۳۵

Marfat.com

کوسوں دور جا چکے ہیں۔ ہمارا اسلام برائے نام اور صرف عبادات کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی کے دیگر معمولات، لین دین، تہذیب و تمدن، وضع قطع، بود و باش اور دیگر متعدد رسوم و رواج بڑی حد تک خلافِ اسلام ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ چیزیں ہماری رگ و پے میں سرایت کر چکی ہیں اور ہمارے اذہان و قلوب میں رچ بس گئی ہیں۔

ان تمام منہیات پر فوراً پابندی لگا کر خلافتِ راشدہ جیسا نظام اور معاشرہ قائم کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایسا کرنے میں عوام المسلمین کے لئے آسانی نہیں بلکہ تکلیف اور حرج پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا صحیح اور قرین مصلحت طریقہ یہی ہے کہ نفاذ شریعت اور ذہنی انقلاب کے عمل کو بیک وقت اور ساتھ ساتھ چلایا جائے۔ تمام ذرائع ابلاغ کو خیر کی تبلیغ و اشاعت اور شر سے نفرت پیدا کرنے پر لگا دیا جائے۔ نظام تعلیم کو خاص اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے ان اساتذہ کرام کی ہمت افزائی کی جائے جو اسلامی ذہن رکھتے ہیں اور ان کی اصلاح کی جائے جو غیر اسلامی اور غیر ملکی نظریات کے پرستار ہیں اور اگر وہ اسلامی نظریات کو قبول نہ کریں تو انہیں فی الفور تعلیمی اداروں سے الگ کر دیا جائے۔ فرقہ واریت، علاقائیت اور صوبائی تعصبات کے پرچار پر پابندی لگائی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ذرا تیزی سے تدریجاً شریعت کو نافذ کیا جائے۔ تو انشاء اللہ یہ مہم سر ہو جائے گی پاکستانی قوم کے لئے یہ موقع بڑا غنیمت بھی ہے اور بہت کٹھن بھی اس لئے حالات کی تمام تر نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اقدامات کرنے چاہئیں تاہم مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ ملک کی اکثریت چاہے اسلامی احکام پر اتنی عامل نہ ہو

Marfat.com

لیکن اسلام سے محبت رکھتی ہے۔

## ۔۔۔ ایک اہم نکتہ

مان لیا کہ اب اسلام کا تدریجی نفاذ شرعاً جائز نہیں بلکہ فوری نفاذ ہونا چاہیئے مگر سیاسی اور معاشرتی صورت حال کچھ اس قسم کی بن رہی ہے کہ تدریجی نفاذ ہو یا سرے سے ہی نفاذِ اسلام سے انکار ہو۔ ہمارے سیاسی افق پر ایک وقت وہ بھی تھا جب اسلام کی بجائے سوشلزم کا نعرہ لگایا جا رہا تھا۔ موجودہ حکومت بتدریج ہی سہی کم از کم نفاذِ اسلام کا تہیہ تو کئے ہوئے ہے۔ دریں صورت ایک طرف تو بتدریج نفاذ ہے اور دوسری طرف نفاذِ اسلام کی بالکل نفی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا سرے سے نافذ ہی نہ ہونا زیادہ بُرا ہے بنسبت تدریجی نفاذ کے۔ جب کوئی معاملہ اس نوعیت کا ہو تو اس میں سنت یہ ہے:

اذا ابتلی ببلیتین اختار اھونہ

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مصیبتوں سے پالا پڑتا تو ہلکی مصیبت کو اختیار فرماتے۔

اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء نے یہ قاعدہ وضع کیا کہ جب دو برائیاں مقابلے میں آجائیں تو یختار اھون الشرین [۱] یعنی کم درجے کی برائی اختیار کی جائے گی۔

---

[۱] مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعہ ۲۹

Marfat.com

مجلہ میں ایک اور مقام پر ہے:

"اذا تعارضت مفسدتان روعی اعظمھما ضررا بارتکاب اخفھما والضرر الاشد یزال بالضرر الاخف"[1]

ترجمہ: جب دو نقصان سامنے آجائیں تو ان میں سے ہلکے نقصان کو اختیار کیا جائے گا اور ہلکا نقصان برداشت کر کے بھاری نقصان کو رفع کیا جائیگا۔

## ہدایت کی پالیسی "امالہ" کی ہے "ازالہ" کی نہیں

معاشرتی یا نئے احوال وظروف کی

کی رہنمائی میں ہدایت الٰہی کی پالیسی "ازالہ" کی کبھی نہیں رہی بلکہ ہمیشہ وہ "امالہ" ہی کی حکمت پر کاربند رہی ہے، یعنی تاریخ کے کسی دور میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ہدایت نے معاشرہ کے مروجہ احکام ومراسم یا مرغوبات ومالوفات کے بارے میں شمشیر بے نیام ہو کر فیصلہ کیا ہو کہ جو بات مروج دیکھی اس کو ختم کر دیا اور جو چیز لوگوں کی پسندیدہ ہوئی اس سے روک دیا بلکہ ہمیشہ اس نے لوگوں کی نفسیات اور مزاجی کیفیات کے پیش نظر اپنے لیے جو جامہ تیار کیا، اس میں تقریباً وہی سب سامان لگایا جو مروج اور معاشرہ میں موجود تھا پہلے اس نے روح پھونکی اور نقشہ میں اتارا پھر اپنے سانچے میں ڈھال کر قبول کر لیا

مولانا شبلیؒ نے حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے:

"جہاں تک ہم کو معلوم ہے عراق کے سوا حضرت عمرؓ نے کسی اور صوبے کی کی پیمائش نہیں کرائی بلکہ جہاں جس قسم کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

دفتر کی زبان تک نہیں بدلی۔ یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں، شام کا رومی میں اور مصر کا قبطی میں تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اسی طرح رہا۔ خراج کے محکمے میں جس قدر قدیم سے پارسی یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے تاہم حضرت عمرؓ نے قدیم طریقہ انتظام میں جہاں کچھ غلطی دیکھی اس کی اصلاح کر دی"۔[1]

حضرت عمر فاروق اگرچہ "اشدّآء علی الکفار" کا مظہر اتم تھے تاہم "الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا"۔ یعنی دانائی وحکمت مؤمن کی گمشدگی متاع ہے وہ جہاں بھی ہو مومن اس کا زیادہ حقدار ہے۔ پر ہمیشہ کاربند رہے۔ کسی قانون کو محض اس لئے نہیں ردّ فرما دیا کہ وہ غیر مسلموں کا ہے۔ بلکہ ہمیشہ اس سے استمتاع کیا ہے۔ مولانا شبلیؒ نے ایک اور مقام پر لکھا ہے:

"حضرت عمرؓ کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور ان میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں ان کو اختیار کرتے تھے۔ خراج، عشور، دفتر، رسد اور کاغذات حساب ان تمام انتظامات میں انہوں نے ایران اور شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا، البتہ جہاں کوئی نقص پایا اس کی اصلاح کر دی۔ عراق کے بندوبست کا جب

---

[1] مولانا شبلی نعمانی: الفاروق: ۲: ۲۸۲، ۲۸۳ مطبوعہ شیخ غلام علی ۱۹۷۴ء

Marfat.com

ارادہ کیا تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے ہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا۔ جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا تھا تاہم اس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیرواں نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیرواں کے انتظامات اور بالخصوص جزیے کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے:

"وھی الوضائع التی اقتدی بھا عمر بن الخطاب حین افتتح بلاد الفرس۔"

ترجمہ: یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو ان کی اقتداء کی۔

ان تصریحات سے مقصود یہ ہے کہ ہماری موجودہ صورت حال کچھ اس قسم کی ہے کہ تمام سابقہ قوانین کو یکسر ختم کر کے نئے اسلامی قوانین کو نافذ کرنا کچھ مفید نہیں رہے گا۔ لہٰذا بہتر وہی ہدایت کی پالیسی رہے گی یعنی "امالہ" نہ کہ "ازالہ"

## ایک ضروری وضاحت

العیاذ باللہ مندرجہ تمام معروضات کا مطلب یہ بھی نہیں کہ تدریج کو ایک بہانہ بنا کر نفاذِ اسلام کے وعدہ کو لٹکائے رکھا جائے۔

Marfat.com

ایک بچہ تدریجاً پھلتا پھولتا اور بڑھتا ہے۔ مگر اس کا پھلنا پھولنا اور بڑھنا کم از کم نظر تو آتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا نفاذ تدریجاً سہی اور یہی قرینِ مصلحت ہے مگر یہ تدریج کم از کم نظر تو آنی چاہیئے۔ یہ نقطۂ نگاہ بھی کچھ صحیح نہیں کہ افرادِ قوم اسلامی نظام کو قبول کرنے کے لئے پہلے ذہنی طور پر تیار اور صالح بن لیں اس کے بعد نفاذ شریعت ہو۔ طریقہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق نفاذ شریعت و تربیت فکر و اخلاق ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں جوں جوں شریعت و ہدایت کا نور اور روشنی آتی جائے گی توں توں ذہنی و اخلاقی ظلمت اور تاریکی چھٹتی جائے گی۔

بہرحال اگر حکومت اور عوام شانہ بشانہ مل کر نفاذ اسلام کے سلسلہ میں مخلصانہ جدوجہد کا بیڑا اٹھائیں تو یہ تدریجی مراحل زیادہ دیر تک ہر شعبہ زندگی میں مکمل نفاذ شریعت کے راستے میں حائل نہیں رہیں گے۔ جب یہ مقدس قافلہ اپنے پاکیزہ اور مبارک مشن کی طرف خلوص دل اور مصمم ارادے سے رواں دواں ہوگا تو انشاء اللہ الرحمٰن راستے کی تمام مشکلات اور رکاوٹیں خس و خاشاک کی مانند ہٹتی چلی جائیں گی۔ اور ہر مقام میں رحمت خداوندی اور ہدایت الٰہی شامل حال ہوگی۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔

(العنکبوت: ۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھا دیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ خلوص والوں کے ساتھ ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

Marfat.com

۱۴

سلسلہ مطبوعات مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

# نفاذِ شریعت میں تدریج

الذین ان مکنھم
فی الارض اقاموا الصلوة
واٰتوا الزکوة وامروا بالمعروف
ونھوا عن المنکر ولله عاقبة
الامور

تالیف

حافظ محمد سعد اللہ

ریسرچ اسسٹنٹ

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

نسبت روڈ ۔ لاہور

Marfat.com